
الحفیظ
Al-Hafiz
طیبہ یونس

ناول

طیبہ یونس

الحفیظ

اس کے سامنے چھ فٹ کا انسان بیڈ پر لیٹا ہوا تھا۔ایک پاؤں سے خون بہہ رہا تھا۔سر اور ہاتھ پر بھی زخم کے نشانات تھے۔چہرے کا ایک حصہ جھلس چکا تھا۔کمبل نے آدھے جسم کو ڈھکا ہوا تھا۔پاس میز پر کچھ دوائیاں موجود تھیں۔

وہ اس کے پاس کرسی پر بت بنی بیٹھی تھی۔کمرے میں موجود ہیٹر سے نکلنے والے سینک نے تمام کمرے کو اپنی گرفت میں لیا ہوا تھا۔وہ اٹھ کر کھڑکی کے پاس گئی۔پردہ ہٹا کر باہر دیکھا۔شام ہو رہی تھی۔باہر کا موسم اور کمرے کے موسم میں بہت فرق تھا۔ایسی حالت اس کی خود بھی ہو رہی تھی۔ہر طرف برف کی سفید چادر بچھی ہوئی تھی۔تیز ٹھنڈی چلتی ہوئی ہوائیں ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔اس نے دوبارہ پلٹ اس شخص کی طرف دیکھا جو بستر پر آرام کر رہا تھا۔

***

مسز فاطمہ کا لیکچر شروع ہونے والا تھا۔ان کے پڑھانے کا انداز بہت شاندار تھا مگر آج وہ کچھ پریشان لگ رہی تھیں۔لیکچر کے ختم ہونے پر سدرہ نے وجہ پوچھی۔

''اخبار پڑھ کر آ رہی ہوں۔کبھی کبھی میں سوچتی ہوں اخبار پر بھی لکھا ہونا چاہیے:صحت کے لیے مضر ہے، اپنی ذمہ داری پر یہ خبر پڑھیں۔''مسز فاطمہ نے مسکرا کر جواب دیا۔

''کیوں مسز فاطمہ!کیا ہوا ہے،ایسی کون سی خبر پڑھ لی آپ نے؟''عمارہ نے پوچھا۔مسز فاطمہ نے ایک گہری سانس لی اور بولیں۔

''آجکل جو معاشرے میں ہو رہا ہے ہمارے بچوں کے ساتھ۔ڈر لگتا ہے کسی پر بھی بھروسہ کرتے ہوئے۔ کیا گزرتی ہو گی ان پر جن کے ساتھ یہ سب ہوتا ہے۔ہمارے ہاں تو ریحاب سنٹرز بھی تو کتنے کم ہیں۔''

''مسز فاطمہ!غلطی والدین کی بھی ہوتی ہے،ہم ایک محلے میں رہتے تھے۔وہاں پر بچوں کا اغواء ہونا عام سی بات تھی۔اس کے باوجود ایک عورت اپنے دو چھوٹے بچوں جن کی عمریں تین سال سے بھی کم تھیں۔گیٹ پر چھوڑ کر اندر چلے گئی۔جب پانچ منٹ کے بعد واپس آئی تو دونوں بچے غائب تھے۔بہت تلاش کیا پر وہ نہیں ملے۔'' یہ واقعہ ثاقب نے سنایا تھا۔

ساری کلاس یہ سن کر خاموش ہو گئی۔مسز فاطمہ اور دکھی ہو گئیں۔

رابعہ نے پوچھا۔''ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی ہے۔آخر اتنے چھوٹے بچوں کا کیا کرتے ہیں؟''

مسز فاطمہ بولیں۔''ایسے لوگ ان بچوں کو فروخت کر دیتے ہیں۔مثلاً،بہت سے بچے گھروں کے کام کے لیے فروخت ہوتے ہیں اور ان سے مفت میں کام لیا جاتا ہے۔بدلے میں تین وقت کی روٹی مل جاتی ہے۔دوسرا اکثر لوگ ایسے لوگوں کے آگے فروخت کرتے ہیں جو بچوں کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں۔تیسرا اکثر امیر لوگ ایسے بچوں کو خریدتے ہیں۔اور وہ ان سے مفت میں اپنی فیکٹری یا زمینوں پر کام کرواتے ہیں۔بعض دفعہ دنیا کے امیر ترین لوگ بھی ایسے بچوں کو منہ مانگی رقم پر خریدتے ہیں اور ان کو امیروں کی پارٹی میں لایا جاتا ہے اور ان کے ساتھ بھی جنسی زیادتی کی جاتی ہے۔خاص بات یہ ہے ان میں اکثر امیر لوگ معاشرے میں بہت عزت دار بن کر گھومتے ہیں۔اور بعض تو ایسے ہیں جو بچوں کے حقوق اور تحفظ کی باتیں بھی کرتے ہیں۔اللہ بچائے ایسے لوگوں سے۔''

ساری کلاس خاموش تھی۔

مسز فاطمہ نے سب کو دیکھا اور پھر بولیں۔

''آج میں آپ سب پر ایک ذمہ داری ڈال رہی ہوں۔ اگلے ہفتے پوری کلاس نے اس مسئلہ کا حل بیان کرنا ہے۔ کس طرح ہم اپنے بچوں اور عورتوں کو محفوظ رکھ سکتی ہیں۔''

ساری کلاس ایک دوسرے کو دیکھنا شروع ہو گئی کہ ہمارے پاس اس مسئلہ کا کیا حال ہے۔ مسز فاطمہ نے ایک نظر سب کو دیکھا اور ایک گہری نظر مشال پر ڈالی۔

۞......۞......۞

''امی! آپ سمجھتی کیوں نہیں میں ابھی شادی نہیں کر سکتی۔ میں بس اپنی تعلیم ختم کرنا چاہتی ہوں۔'' مشال نے چاول کا چمچہ منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

''جیسی تمہاری حرکتیں ہیں۔ کون تم سے شادی کرے گا۔ میری لاڈلی بیٹی۔'' آنٹی زینب نے رومال سے منہ صاف کرتے ہوئے کہا۔

''اب آپ دیکھ لیں آپ کی بیٹی کتنی ذہین ہے۔ کوئی مجھ جیسا سمجھ دار ہو تو بات بنے۔'' مشال اپنی تعریف کرتے ہوئے بولی۔

''میں تم سے بحث میں نہیں جیت سکتی، تمہارے ابو نے اکرام انکل کے بیٹے کو شادی کے لیے ہاں کہہ دی ہے۔ ان کو تمہاری تعلیم سے کوئی مسئلہ نہیں۔ شادی کے بعد بھی پڑھ سکتی ہو۔ ان چھٹیوں میں تمہاری شادی ہے۔'' آنٹی زینب نے بات کو ختم کرتے ہوئے کہا اور کھانے کی میز سے اٹھ کر چلیں گئیں۔ مشال نے اپنی بڑی بھابھی کی طرف دیکھا جو ہنس رہی تھیں۔ مشال بھی اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔

کھڑکی سے باہر دیکھا۔ موسم بالکل خاموش تھا۔ کبھی کبھی ہلکی سے ہوا چلتی۔ شادی کی بات سن کر پریشان ہو گئی تھی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ نظر اٹھا کر اوپر دیکھا۔ آسمان پر پورا چاند موجود تھا۔ ستاروں نے آسمان کو اور خوبصورت بنایا ہوا تھا۔ ایک پل کے لیے سوچا۔ خدا ہر جگہ موجود ہے، تو میں کیوں پریشان ہوں۔ اس کی رحمت ہر طرف موجود ہے۔ تو جو ماں باپ کا حکم ہے اسے مان لینا چاہیے۔

۞......۞......۞

اس کے ہونٹوں سے مسلسل خون بہہ رہا تھا۔ سر اور چہرے پر زخم کے نشانات تھے۔ اس کو درخت سے باندھا ہوا تھا۔ وہ نیم بے ہوشی کے عالم میں تھا۔ تین چار موٹے آدمی ہاتھوں میں ڈنڈا اٹھائے پاس کھڑے تھے۔ ان میں سے ایک نے اس کو بالوں سے پکڑ کر زور سے ہلایا۔

سخت دھوپ اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی مگر وہ بھی اللہ کی عجیب مخلوق تھا۔ بغیر کسی تکلیف کے اپنے حال میں مست اونچی آواز میں نعت پڑھ رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا اتنی مار کھانے کے باوجود اسے کچھ نہیں ہوا۔

تم جو بناؤ بات بنے گی دونوں جہاں میں لاج رہے گی
لجپال کرم اب کر دو منگتوں کی جھولی بھر دو
بھر دو کاسہ پنجتنی خیر سے

وہ اپنی دھن میں مست تھا۔ تھوڑی دیر بعد ایک گاڑی آ کر رکی۔ ڈرائیور نے اتر کر دروازہ کھولا۔ ایک چالیس سال کا آدمی اترا۔ لمبی لمبی مونچھیں تھیں۔ آ کر پاس کھڑا ہو گیا۔

''کچھ بولا کہ نہیں مجھے لگتا اوپر سے فون آ رہا ہے۔'' اپنی بھاری آواز میں بولا۔

''نہیں صاحب کچھ نہیں بولا۔ مجھے تو کوئی سر پھرا لگتا ہے۔ ساری تلاشی لے لی ہے۔ ملا بھی کچھ نہیں۔ کیمرہ تو ہم نے اس کا توڑ کر آگ میں ڈال دیا ہے۔'' ان میں سے ایک نے تفصیل بتائی۔

''کیوں بے بتا، کس ایجنسی کے لیے کام کر رہا ہے۔ کتنی رقم ملی ہے تجھے۔ سچ بول میں تجھ کو اس سے دوگنی رقم دوں گا۔ بس وہ ویڈیو ہمیں دے دو۔ تجھ کو ڈر نہیں لگتا، جانتا ہے ہم کون ہیں۔''

اس شخص نے ہمدری سے پوچھا۔

''مجھے تو بس اوپر والے سے ڈر لگتا ہے۔۔ جس کے قبضے میں سب کچھ ہے۔ میرے پاس جو تھا وہ تمہارے ساتھیوں نے لے لیا ہے۔'' وہ ہنسنے لگا پھر بولا ''ڈر تو تم لوگوں کو مجھ سے ہو رہا ہے۔ میرے ساتھ تو بس وہ اوپر والا ہے۔'' یہ کہہ کر وہ دوبارہ نعت پڑھنا شروع ہو گیا۔ اس آدمی نے دو تین مکے اس کے منہ پر مارے اور اپنے ساتھی کے کان میں کچھ کہہ کر جس گاڑی میں آیا تھا اس میں بیٹھ کر چلا گیا۔

ان میں سے ایک نے اس کی رسی کھولی۔ ٹانگ پر چوٹیں لگی ہوئی تھیں۔ جیسے رسی کھولی وہ زمین پر گر

گیا۔انہوں نے اسے گھسیٹ کر گاڑی میں بٹھایا اور گاڑی لے گئے۔

مشال اپنی ماں کے ساتھ شاپنگ کرنے گئی۔جیولر کی دکان پر سونے کے سیٹ لیے اور کچھ سیٹ بننے کے لیے دیئے۔پھر وہاں سے کپڑوں کی دکان پر آئے۔مشال نے کچھ کپڑے خریدے اور فوڈ شاپ کا رخ کیا۔

''میں نے تم کو کچھ باتیں سمجھانی ہیں تاکہ تمہاری آنے والی زندگی اچھی ہو۔'' آنٹی زینب نے سینڈوچ کھاتے ہوئے مشال کو نصیحت کرنے کی کوشش کی۔

''امی! آپ اس لیے مجھے یہاں لائی تھیں۔میں نے سوچا کوئی اچھی باتیں کریں گے۔خیر اب یہ بتائیں، کرنا کیا ہے جس سے میں بہو نمبر ون بن جاؤں۔'' مشال نے ایک بڑا سا نوالہ منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔آنٹی زینب نے مشال کو غور سے دیکھا اور بولیں۔

''سب سے پہلے کھانا کھانے کے آداب سیکھو اور صفائی کا خاص دھیان رکھا کرو۔تمہارا کمرہ کتنا گندا ہوتا ہے۔کوئی دیکھے گا تو کیا سوچے گا۔اور سب سے اہم بات دوسروں کے مسئلہ میں بلاوجہ نہ پڑا کرو۔'' آنٹی زینب نے بہت پیار سے اپنی بیٹی کو سمجھایا۔

''کھانا کھانے کے آداب تو مجھے آتے ہیں۔رہی بات صفائی کی تو اس بارے میں سوچا جا سکتا ہے اور دوسروں کی مدد کرنا وہ میرے خون میں ہے۔آپ یہ بات اچھے سے جانتی ہیں۔اپنے دادا کی لاڈلی پوتی ہوں۔'' مشال نے بہت فخر سے بتایا۔

آنٹی زینب نے گہری سانس لی اور بولیں۔

''اپنے سسر پر تو مجھے بھی فخر ہے۔وہ کس طرح دوسروں کی مدد کرتے تھے مگر بیٹی مجھے ڈر لگتا ہے۔زمانہ بہت خراب ہے۔کسی پر بھروسہ نہیں کر سکتے۔میری باتیں تم کو یاد آئیں گی۔'' آنٹی زینب نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔بل کی ادائیگی کرنے کے بعد شاپنگ مال سے باہر آ گئیں۔

شام ہو رہی تھی۔سڑکوں کو گاڑیوں نے گھیرا ہوا تھا۔ہر کسی کو اپنی منزل پر جانے کی جلدی تھی۔ایسے میں پرندوں نے بھی اپنے ٹھکانوں کا رخ کیا ہوا تھا۔مشال اپنی ماں کے ساتھ سڑک پر جا رہی تھی اور پھر وہ دونوں

ایک عمارت کے نیچے گاڑی کے انتظار کے لیے آ کر کھڑی ہوئیں جو ابھی زیر تعمیر تھی۔مشال کی نظر پتھروں پر پڑی۔اسے کچھ محسوس ہوا۔اندھیرا بڑھ رہا تھا۔قریب جا کر دیکھا تو ایک آدمی جس کے کپڑے جگہ جگہ سے پھٹے ہوئے تھے۔جسم سے خون نکل رہا تھا۔وہاں زمین پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔مشال نے اس کو چیک تو سانس ابھی بھی چل رہی تھی۔اتنے میں ڈرائیور آ گیا۔

"یہ ابھی زندہ ہے اس کو ہسپتال لے جاتے ہیں۔" مشال نے ڈرائیور کو کہا۔

"مشی! چھوڑ دو اس کو، ابھی میں نے تم کو کیا سمجھایا تھا۔کوئی ضرورت نہیں کسی مسئلہ میں پھنسنے کی۔دیکھ نہیں رہی صاف لگ رہا ہے۔کسی نے مار کر پھینکا ہے۔" آنٹی زینب ڈرتے ہوئے بولیں۔

"امی یہ بھی کسی کا بیٹا ہے۔ضروری نہیں کہ اس نے کچھ برا کیا ہو۔بس ہم اس کو ہسپتال لے جاتے ہیں۔زندگی موت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔"

وہ لگا تار اس کے بہنے والے خون کو روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔ڈرائیور نے آنٹی زینب کو دیکھا کہ اب کیا کرنا ہے۔آنٹی جانتی تھیں مشال نہیں مانے گی۔

"پلیز اس کو لے چلتے ہیں۔" مشال نے اپنی ماں سے کہا۔"امی! اگر کسی سڑک پر عدنان (مشال کا بھائی) ہوتے اور ہر کوئی اسے نظر انداز کر کے چلا جاتا اور آپ کو بعد میں علم ہوتا تو آپ کو کیسا لگتا، بتائیں۔" مشال نے دوبارہ اپنی امی سے درخواست کی۔آنٹی زینب پریشان ہو گئیں۔ڈرائیور کو مدد کرنے کے لیے کہا۔اس نے بڑی ہمت سے اس کار میں لٹایا اور کار ہسپتال کی طرف بھگا دی۔

⁂ ...... ⁂ ...... ⁂

رات کے وقت ہر جگہ خاموشی تھی۔سرد ہواؤں کے آگے ہر کسی نے سر جھکا دیا تھا۔سردی کا راج تھا اور سب اس کی غلامی کر رہے تھے۔۔درختوں کے پتے جھڑ چکے تھے۔سخت ٹھنڈ نے انہیں ہرا دیا تھا۔

ایک ویگن آ کر رکی۔اس سے دو بزرگ، ان کا بیٹا، بہو اور تین بچے اترے۔ان کے پاس دو بڑے کپڑوں کے بیگ اور ضرورت کا کچھ سامان تھا۔ماں نے ایک بچے کو گود میں اٹھایا ہوا تھا۔اسے کمبل میں چھپایا ہوا تھا۔سب نے کچھ نہ کچھ سامان اٹھایا ہوا تھا۔کسی کو معلوم نہیں تھا کہ کس جگہ جانا ہے۔وہ سب ایک محلے میں داخل

ہوئے۔

جن کے ساتھ کوئی نہیں ہوتا ان کے ساتھ اوپر والے کی ذات ہوتی ہے۔ بوڑھے میاں کی نظر ایک جگہ پر پڑی۔ وہاں چند درخت لگے ہوئے تھے۔ تین دیواروں کے اوپر ذرا سی چھت تھی۔ کوئی نامکمل گھر کا حصہ تھا۔ وہ سب وہاں رک گئے۔ جوان بوڑھے میاں کا بیٹا معلوم ہوتا تھا، قریب دکان سے کچھ کھانے کے لیے لے آیا۔ عورت نے پاس سے گرے ہوئے تمام پتے اور درخت کی خشک لکڑیاں اکٹھی کیں، آگ جلائی اور دودھ گرم کیا۔

''میری وجہ سے آپ سب کو یہ دن دیکھنا پڑ رہا ہے۔ نہ گھر ہے نہ سر پر چھت۔'' یہ کہہ کر اس کی آنکھ میں آنسو آ گئے۔

''تم کیوں فکر کرتے ہو صدیق، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ نیک راہ پر چلنا بہت مشکل ہے۔'' اس کے بابا نے اس کو حوصلہ دیا۔

''بیٹا! اللہ سب دیکھ رہا ہے، تم نے بس ہمت نہیں ہارنی۔ سردی تو بہت ہے مگر ہمارے جذبے کم نہیں ہوں گے۔ جنہوں نے ہمارے ساتھ یہ کیا ہے۔ انصاف ضرور ہوگا۔ تم نے صبر کا دامن نہیں چھوڑنا۔'' اب کی بار اس کی ماں نے اس کو نصیحت کی۔ یہ تمام باتیں پانچ سال کا بچہ غور سے سن رہا تھا۔

اس عورت نے بڑے سے بیگ میں سے کمبل نکالے اور سب کو دیئے۔ بوڑھے انسان (صفدر میاں) نے کمبل میں خود کو چھپایا۔ اسی طرح بوڑھی عورت (دادی کرن) نے پانچ سال کے بچے کو اپنے پاس گود میں بٹھایا اور کمبل اوڑھ لیا۔ صدیق صاحب نے تین سال کے بچے کو اور ان کی بیگم بابرہ نے اپنی چھ ماہ کے بچے کو گود میں لیا اور درخت کے سہارے بیٹھ گئے۔

ہوا بہت ٹھنڈی تھی۔ پر اللہ کی رحمت ہر جگہ برس رہی ہوتی ہے۔ اس کے گھر دیر ہے پر اندھیر نہیں۔

❁......❁......❁

مشال اور اس کی امی اس کو ہسپتال چھوڑ کر گھر آ گئیں۔ زینب آنٹی نے مشی کے ابو (حیدر قمر) کو ساری تفصیل بتائی۔ وہ سن کر خاموش ہو گئے۔

''کسی کی مدد کرنا اچھی بات ہے۔ بس ذرا احتیاط رہا کرو۔ حالات بہت خراب ہیں۔'' حیدر انکل نے چائے

پیتے ہوئے کہا۔

”کمال کرتے ہیں آپ، بجائے اس کو ڈانٹنے کے آپ اس کا حوصلہ بڑھا رہے ہیں۔“ زینب آنٹی نے ناراضگی کا اظہار کیا اور اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ حیدر انکل نے مشال کو اپنے پاس بٹھا کر سمجھایا۔

”دیکھو، تمہاری ماں بھی غلط نہیں کہتی۔ ذرا سنبھل کر رہا کرو۔“

”جی ابو جیسے آپ کہیں۔ میں ضرور دھیان کروں گی۔ ویسے آپ تو جانتے ہیں، میں ایسے کام کرنے سے پہلے کیا کرتی ہوں۔“ مشال نے ابو کے کان میں کہا۔

”بہت اچھے سے جانتا ہوں کہ تم اپنے دادا ابو کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کرتی ہو۔ مجھے فخر ہے تم پر۔ کاش باقی لوگ بھی اس پر عمل کریں تو ان کے بہت سارے مسئلے حل ہو جائیں۔“ حیدر انکل نے افسوس کرتے ہوئے کہا۔

”آپ فکر نہ کریں۔ میں نے اس بارے میں کلاس میں پریزنٹیشن دینی ہے۔ امید کرتی ہوں کہ کلاس کے بچے اس پر عمل کریں گے تو ان کی آنے والی زندگی روشن ہو جائے گی۔“ مشال نے ابو کو بتایا۔

”یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ اللہ تم کو کامیاب کرے۔ سچے دل کے ساتھ کرو گی تو ضرور کامیابی ملے گی۔ اچھا اب میں تمہاری ماں کو دیکھ لوں۔ ناراض ہو کر بیٹھ گئی ہے۔“ حیدر صاحب اپنے کمرے میں چلے گئے۔

مشال نے بھی اپنے کمرے کا رخ کیا۔ وضو کیا اور اپنی پریزنٹیشن بنانے میں مصروف ہو گئی۔

اذان کی آواز نے ان کا صبح کے دن کا استقبال کیا۔ بڑے تو سارے جاگ ہی رہے تھے۔ بس آرام کرنے کی نیت سے لیٹے تھے۔ صفدر میاں نے قریب جا کر دیکھا تو مسجد ابھی خالی تھی۔ وہاں پر موجود ایک آدمی جو صفیں ٹھیک کر رہا تھا۔ اس سے اجازت لی اور فوراً واپس آیا۔ سب نے وہاں جا کر غسل کیا اور واش روم جا کر فریش ہوا۔

”اب آگے کیا کرنا ہے۔ مجھے تو بس بچوں کی فکر ہے کیا دوں کھانے کے لیے؟“ بابرہ نے اپنی ساس سے پوچھا۔

"کچھ نہ کچھ کرتے ہیں۔تم فکر نہ کرو۔اللہ رحم کرے گا۔ابھی دکانیں کھولنے میں بہت وقت ہے۔" دادی کرن جو اپنی پوتی کو گود میں لے کر بیٹھی تھیں، بولیں۔

"ویسے ایک بات بہت اچھی ہوئی ہے۔یہاں آبادی کم ہے۔اس طرف لوگوں کا رش بھی نہیں ہے۔میں نے آس پاس چکر لگا کر دیکھا ہے۔" صدیق علی جو رسی باندھ رہے تھے درخت سے تاکہ کپڑا لگا کر پردہ کر دیں اپنے ابو کو بتایا۔

"بیٹا یہ بتاؤ، رقم کا کوئی بندوبست ہوا ہے۔کیا تمہارا اکاؤنٹ انہوں نے کھولا ہے؟۔پیسے تو بہت کم بچے ہیں ہمارے پاس۔آگے دو دن سب دفتر بند رہیں گے۔" صفدر میاں نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"آج دوبارہ چکر لگاؤں گا۔پھر دیکھتے ہیں بابا۔"

سب گول دائرہ بنا کر زمین پر بیٹھ گئے۔دونوں لڑکے کھلنے میں مصروف ہو گئے۔چھوٹی بہن بھی دادی کے شال کے ساتھ کھلنے لگی۔

"ان بچوں کو دیکھ کر حوصلہ ہوتا ہے۔کسی بھی قسم کی کوئی فکر نہیں۔اللہ ہماری مشکلات آسان کرے۔" صدیق علی نے بچوں کو دیکھتے ہوئے رائے دی۔

مشال آج صبح جلدی جاگ گئی۔نماز ادا کی اور دوبارہ پریزنٹیشن کی تیاری کی۔تیاری ایسے کی جیسے جنگ لڑنے جا رہی ہو۔اس نے آسمانی رنگ کی شلوار قمیص پہنی اور سفید اور نیلے رنگ کا دوپٹہ لیا۔

سارے سٹوڈنٹ حاضر تھے۔مسز فاطمہ آئیں سلام کیا اور کہا۔

"جیسے کہ آپ سب جانتی ہیں، آج کا موضوع بہت حساس ہے ہمارا موضوع ہے "ہماری حفاظت" دوسروں لفظوں میں کس طرح ہم عورتیں اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو برے لوگوں یعنی ان درندوں سے بچا سکتے ہیں۔"

سب سے پہلے مریم آئی۔

"قانون کو سخت سے سخت ہونا چاہیے۔ایسے لوگوں کو عبرت ناک اور سر عام سزا دی جائے۔عورتوں کے لیے

خاص تربیتی مرکز ہونے چاہئیں جہاں وہ جوڈو اور کراٹے سیکھیں۔اگر کوئی انسان ان کو تنگ یا پریشان کر رہا ہے۔تو پولیس کو شکایت لگانی چاہیے یا شور مچانا چاہیے۔ہر وقت الرٹ رہیں، کسی پر بھی بھروسہ نہ کریں۔"

سب بچوں نے تالیاں بجائیں۔اس کے بعد ناصر آیا۔

"میں تو کہتا ہوں ہر وقت گھر پر رہنا چاہیے۔باہر ہی نہ نکلیں۔روز چھٹی منائیں۔"

ساری کلاس ہنسنا شروع ہوگئی۔

"اور اگر کوئی مسئلہ ہو تو جوتی اتاریں، اس کے سر پر ماریں اور دوڑ لگا دیں۔اور ایک اہم بات۔" ناصر نے انگلی اٹھا کر کہا۔" اپنے پاس لال مرچ رکھیں۔زیادہ مسئلہ ہو تو اس کی آنکھوں میں مرچیں ڈال دیں اور وہاں سے دوڑ لگا دیں۔"

سب نے اس کے لیے زوردار تالیاں بجائیں۔مسز فاطمہ نے اس کو خاص داد دی۔

اگلا نمبر ثاقب کا تھا۔اس نے بورڈ پر ترازو کی تصویر بنائی۔ایک طرف ایک اینٹ بنائی اور دوسری طرف آٹھ اینٹیں بنائیں اور ترازو کا وزن برابر رکھا۔

نورین نے کہا۔" یہ غلط تصویر ہے۔ایک اور آٹھ کا ترازو برابر نہیں ہو سکتا۔یہ تو ناانصافی ہے۔"

باقی بچوں نے بھی نورین کا ساتھ دیا۔ثاقب مسکرایا اور بولا۔

"میں آپ کو پھر سے ایک واقعہ سناتا ہوں۔آپ سب نے نیوز چینل پر اکثر سنا ہوگا کہ شادی کی تقریب میں ہوئی فائرنگ، دولہے اور چند لوگوں کو لگی گولیاں۔کچھ لوگ ہسپتال پہنچے کچھ لوگوں کو پولیس پکڑ کر لے گئی۔"

ثاقب نے یہ خبر بالکل بریکنگ نیوز کی طرح سنائی۔سب بچے اس کو حیرت سے دیکھنے لگے۔ہم صرف اتنی خبر سنتے ہیں۔

"ایک محلے میں ایک بیوٹی پارلر تھا۔ان کو ایک بکنگ ملی کہ دلہن کو گھر جا کر تیار کرنا۔وہ مان گئے اور ایک بیوٹی پارلر میں کام کرنے والی بیوٹیشن کو وہاں بھیج دیا۔اللہ سے معافی مانگی چاہیے۔اس گھر میں کوئی نہیں تھا۔وہاں صرف تین لڑکے تھے اور......"

سب جان گئے۔مسز فاطمہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا۔

''انہوں نے اس کا ریپ کیا اور قتل کر دیا۔ وہ غریب والدین کی اولاد تھی اور وہ امیر والدین کی اولاد۔ اب ہوا کیا لڑکی کے باپ نے پولیس میں شکایت کی اور اس کو ڈرا کر چپ کروا دیا۔ ان کو اپنی دولت کا غرور تھا۔ اگر تم نے زیادہ شور کیا تو دیکھو تمہارے باقی بچوں کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ اسے دھمکی ملی۔ اس آدمی نے انصاف کے لیے بہت کوشش کی پر دنیا کا قانون خاموش تھا۔''

تمام کلاس بہت غور سے سن رہی تھی۔

''تصویر کا ہر کوئی ایک رخ دیکھتا ہے۔ پر اللہ کا قانون بھی موجود ہے۔ دولت کا نشہ انسان کو انسانیت بھلا دیتا ہے۔ اب ہوا ایسا کہ ان امیروں کے گھر شادی آئی۔ امیر تھے تو ظاہر ہے کہ شادی بہت شان دار طریقے سے منائی گئی۔ بارات والے دن پورا خاندان موجود تھا۔ ان ہی تین لڑکوں اور ان کے چند اور دوستوں نے شراب پی ہوئی تھی۔

بارات آئی خوب رش تھا۔ ڈھول بجا، ڈانس ہوا، نوٹ پھینکے گئے۔ ان لڑکوں نے فائرنگ کی۔ چونکہ وہ نشے میں تھے۔ انہوں نے وہ فائرنگ باراتیوں اور اپنے ہی گھر والوں پر کر دی۔ اب آپ سب خود سوچو کیا ہوا ہو گا؟ کیا حالت ہوئی ہو گی؟ آدھے لوگ زخمیوں کو لے کر ہسپتال پہنچے، کچھ لوگوں کو پولیس پکڑ کر لے گئی اور جو گھر پر موجود تھے۔'' ثاقب نے دکھ سے کہا۔

''وہ جنازے کی تیاری میں لگ گئے۔ جہاں رشتے ایک ہو رہے تھے وہاں دشمنی شروع ہو گئی۔ جس آدمی نے اپنے بیٹوں کو اس کیس میں بچایا تھا وہ پاگل ہو گیا۔ اس آدمی کا داماد اور چھوٹا بھائی بھی اس حادثے میں زندہ نہیں رہے۔ ابھی تک وہ لوگ کیس بھگت رہے ہیں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں وہ بیوٹیشن جواب اس دنیا میں نہیں ہے۔ اگر وہ پارلر والے جہاں وہ کام کرتی تھی۔ تصدیق کرتے تو شاید یہ حادثہ بھی پیش نہ آتا۔ والدین کو چاہیے جہاں سے ان کے بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اچھے سے پہلے ماحول کا پتہ کروایا کریں۔ اتنا ہی نہیں جو لوگ کالج اور یونیورسٹی جاتے ہیں دھیان رکھا کریں۔ استاد بھی اور طالب علم بھی۔ خاص طور پر جو لوگ ٹیوشن گھر پر پڑھاتے ہیں۔ اور جو عورتیں گھروں میں کام کرتی ہیں۔ آپ نہیں جانتے کہ ان کے گھر پر کون کون آتا جاتا ہے۔ احتیاط کریں۔ اگر بھروسے کے لوگ ہیں تو اچھی بات ہے۔''

ثاقب نے اپنی پریزنٹیشن ختم کی سب نے تالیاں بجائیں۔ مسز فاطمہ نے اس کو شاباش دی۔

صدیق علی نے دوبارہ بنک کا چکر لگایا مگر اس کے اکاؤنٹ فریز کر دیئے گئے تھے۔ کوشش بہت کی پر ناکام لوٹے۔ واپس اپنی جگہ پر پہنچے تو سب بے صبری سے انتظار کر رہے تھے۔ تیز ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔

"کیا کوئی بات بنی، کچھ بندوبست ہوا رقم کا؟ دادی کرن جو تسبیح پڑھ رہی تھیں بیٹے پر نظر پڑی تو پوچھا۔

"نہیں اماں کچھ نہیں بنا۔ پیسے بالکل ختم ہو گئے ہیں۔"

بچوں پر نظر پڑی، سردی کی وجہ سے سب کمبل میں چھپ کر زمین پر لیٹے ہوئے تھے۔ بادل گرج رہے تھے۔ بڑا بیٹا سوکھے پتے اکٹھے کر کے اپنے دادا کو دے رہا تھا۔ صفدر میاں آگ جلانے کی کوشش کر رہے تھے۔

"آپ فکر نہ کریں، میں نے کچھ پیسے جمع کیے ہوئے ہیں۔ اگر ضرورت پڑی تو یہ دو سونے کی چوڑیاں بیچ دوں گی۔" بابرہ نے مسکرا کر کہا۔

"اس سے کیا بنے گا، ایک تو میرا اکاؤنٹ فریز کر دیا ہے۔ اوپر سے وہ لوگ ہم کو جگہ جگہ تلاش کر رہے ہیں۔ ہوٹل میں بھی نہیں ٹھہر سکتے۔ دیکھو کیا ہوتا ہے۔"

بھوک تو سب کو لگ رہی تھی، مگر ہر کوئی خاموش تھا۔ عشاء کی نماز کے بعد جب وہاں کوئی نہیں تھا تو مسجد کا واش روم جو صحن میں تھا۔ اس سے فریش ہوئے۔ بابرہ نے چھوٹی کا دودھ گرم کیا اور سب سونے کے لیے لیٹ گئے۔ پاس والی مسجد کے امام آ گئے۔ بوڑھے سے سفید شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی اور شال اوڑھی ہوئی تھی۔ ان کو دیکھ کر صدیق علی ان کے پاس آ گئے۔

"آپ سب کون ہو، کہاں سے آئے ہو؟۔ اتنی سردی پڑ رہی ہے۔ ساتھ چھوٹے بچے ہیں۔" انہوں نے بڑے پیار سے پوچھا۔ صدیق علی نے سر جھکا لیا۔ پھر بولے۔

"بس اوپر والے کی طرف سے آزمائش ہے۔ گزر جائے گا یہ وقت بھی۔"

صفدر میاں بھی پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔

"کیا تم لوگ دیکھ نہیں رہے کہ کتنی سخت ٹھنڈ ہے، اور کسی بھی وقت بارش ہو سکتی ہے۔ کسی رشتے دار کے گھر

کیوں نہیں گئے۔یا ہوٹل میں رک جاتے ؟'' مولوی نے حیرت سے سوال کیا۔

''صاحب جی، کہانہ آزمائش ہے۔لمبی کہانی ہے۔اللہ کا ساتھ ہے کوئی فکر کی بات نہیں۔''

مولوی عبداللہ کچھ دیر سوچنے کے بعد بولے۔

''اگر ایسا ہے تو سمجھو، اللہ نے تمہاری سن لی ہے۔میرے ساتھ چلو۔مجھے خدمت کا موقع دو۔میرے گھر پر چلواس موسم میں ان بچوں کے ساتھ۔ڈرو نہیں میں اسی قریب مسجد میں امام ہوں۔''

صدیق علی نے اپنے بابا کو دیکھا۔سمجھ نہیں پا رہے تھے کیا کریں۔زور سے بادل گرجا۔چھوٹی اٹھ کر رونا شروع ہو گئی۔

کوئی چارہ نہ تھا۔صفدر میاں کی فیملی نے سامان اٹھایا۔صدیق علی نے رسی کھول کر پردے اتارے۔دادی نے چھوٹی کو اٹھا لیا۔صفدر میاں نے دو سال کے پوتے پکڑا۔سب مولوی کے پیچھے چلنا شروع ہو گئے۔

وہ سب ایک بڑے سے گھر میں داخل ہوئے۔مولوی صاحب ان کو گھر کے پچھلے حصے کی طرف لے گئے۔دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے۔وہاں دو کمرے بنے ہوئے تھے۔ساتھ غسل خانہ تھا۔لائٹ آن کی۔مولوی صاحب ان کو بٹھا کر گھر چلے گئے۔

تھوڑی دیر بعد لوٹے تو بہو اور بیٹا ساتھ تھے۔بہو کے ہاتھوں میں کھانا تھا اور بیٹے نے چولہا اٹھایا ہوا تھا۔پانچ چارپائیاں پہلے سے موجود تھیں۔کمرہ بالکل خالی تھا۔بیٹے نے چولہا جلایا۔بابرہ نے بستر لگایا۔

''اب ہم چلتے ہیں جو پکا ہوا تھا آپ کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔آپ لوگ کھانا کھا کر سو جانا۔صبح بات ہوگی۔'' مولوی عبداللہ نے اجازت مانگی۔وہ اپنے بہو اور بیٹے کے ساتھ گھر چلے گئے۔

سب نے کھانا کھایا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔بادل زور سے گرجا اور بارش زوروں کی شروع ہو گئی۔تھوڑی دیر بعد اس چولہے نے دونوں کمروں کو گرم کر دیا۔سب بستروں میں بیٹھ گئے۔

''شکر ہے اس ذات کا جس نے ہم پر کرم کیا ہے۔اس نے ہمیں تباہ ہونے سے بچا لیا ہے۔'' دادی نے رضائی اپنے پوتے پر دیتے ہوئے کہا۔

''اگر نیت سچی ہو تو وہ ذات اپنے بندوں کو کبھی تنہا نہیں کرتی۔ہمارے بیٹے کی سچائی کا یہ انعام ہے۔مجھے فخر

ہے اس کی تربیت پر۔اس نے رشوت نہیں لی۔" صفدر میاں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

ایک کمرے میں دادا اور دادی اپنے بڑے پوتے کے ساتھ سو گئے۔اور دوسرے میں بابرہ اور صدیق علی اور چھوٹے دونوں بچے موجود تھے۔

"دادی مجھے ڈر لگ رہا ہے۔؟ پوتے نے دادی کو بتایا۔

"نہیں میرے بہادر بیٹے۔اللہ ہمارا محافظ ہے۔ڈرتے نہیں ہیں۔آیت الکرسی پڑھو۔" دادی نے بڑے پیار سے اس کو سمجھایا۔اس نے اپنی آنکھیں بند کرلیں اور آیت الکرسی پڑھنا شروع کر دی۔نہ جانے کب نیند آ گئی۔اور تمام خوفوں سے دور ہو گیا۔

***

آج وہ ٹائم سے پہلے آفس آ گئی۔اس کی وجہ سامنے والی کرسی پر موجود انسان تھا۔جسم پر پنک شرٹ موجود تھی۔بالوں کو سٹائل کے ساتھ سیٹ کیا ہوا تھا۔پرفیوم ضرورت سے زیادہ چھڑکا ہوا تھا۔اس کے آنے کا وقت ہو رہا تھا۔دل تیزی سے دھڑکنا شروع ہو گیا۔

"کیا ہوا ہے، آج تو بڑی پیاری لگ رہی ہو۔تم کو جب وہ دیکھے گا تو ضرور کافی پر لے جائے گا۔" ماریہ جون جو آفس کی فائل دیکھ رہی تھی۔اس نے اپنی ساتھ بیٹھی خوبصورت لڑکی سے پوچھا۔

"دعا کرو نہ صرف کافی پر بلکہ موی پر بھی لے جائے۔کتنا مزہ آ جائے گا۔" اس نے بیگ سے شیشہ نکالتے ہوئے کہا۔

"زینی! تم اور وہ الگ ہو۔یعنی تم مسلمان ہو اور وہ غیر مسلم۔تمہارے والدین کبھی نہیں مانیں گے۔" ماریہ نے کہا۔

آفس کے اس کمرے میں صرف یہ دونوں موجود تھیں۔ماریہ جون عیسائی گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔وہ مذہب کے معاملہ میں بہت سخت تھی۔اپنے مذہب کو سنجیدگی سے فالو کرتی تھی۔جاب کے ساتھ وکالت کی تعلیم حاصل کر رہی تھی۔

زینی کا تعلق مسلم گھرانے سے تھا۔کئی سال پہلے وہ پاکستان سے امریکہ شفٹ ہوئے تھے۔زینی کے ابو

بنک میں کام کرتے تھے۔ بڑا بھائی شاپنگ مال میں کام کرتا تھا اور چھوٹا ابھی پڑھ رہا تھا۔ زینی نے اپنی تعلیم مکمل کر لی تھی اور اب وہ ایک کمپنی میں جاب کرتی تھی۔

"ماریہ! مجھے معلوم ہے۔ وہ میرے مذہب سے نہیں ہے۔ مگر میں کیا کروں میں انتھونی کے سوا کسی اور سے شادی نہیں کر سکتی۔ میں اس کو قائل کروں گی۔" زینی نے ماریہ کو سمجھانے کی کوشش کی۔

"اگر وہ نہ مانا یا کل کو انکار کر دیا۔ اور تمہارے گھر والے، آنٹی کبھی نہیں مانیں گی۔ اس بارے میں سوچا ہے۔" ماریہ کو یہ بات ذرا پسند نہیں تھی کہ وہ مذہب کے خلاف جائے۔

"میری زندگی ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ بھی مجھے پسند کرتا ہے۔ باتوں باتوں میں کہہ چکا ہے۔ میں گھر چھوڑ دوں گی مگر اسے کبھی نہیں۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔" زینی پر محبت کا بھوت سوار تھا۔

ماریہ خاموش ہو گئی۔ جانتی تھی کہ زینی کی عقل پر پردے پڑ چکے ہیں۔ اس کو اپنی دوست کے لیے برا لگ رہا تھا۔ انتھونی کبھی نہیں بدلنے والا مگر وہ یہ بات اس کو کیسے سمجھاتی۔

۞......۞......۞

اب جس کا مسز فاطمہ کو انتظار تھا۔ وہ مشال تھی۔ وہ آئی۔

"السلام علیکم، مطلب بتانے کی ضرورت نہیں۔ آپ سب جانتے ہیں، تم پر رحمت ہو۔ جس کا آغاز ہی اتنے پیارے لفظ سے ہو تو سوچو وہ کتنا پیارا مذہب ہے اور وہ ذات اپنے بندوں سے کتنا پیار کرتا ہوگا۔ کیا ہمارے معاشرے میں عورتیں اور بچے محفوظ ہیں۔ کیا ہم اپنے گھروں میں، دفاتر میں، سکول، کالجوں میں، سڑکوں پر اور بازاروں میں محفوظ ہیں۔ تو اس کا جواب آج سے چودہ سو سال پہلے اسلام نے بتا دیا تھا۔ جب ہمارے مذہب میں ہر مسئلے کا حل موجود ہے۔ تو اس مسئلے کا کیوں نہیں۔

کبھی اس بات پر غور کیا ہے۔ خواتین کا عالمی دن ہو یا چلڈرن ڈے، ان کے حقوق اور تحفظ کی بات کرتے ہیں۔ ایسی ورکشاپ دی جاتیں ہیں کہ کس طرح اپنی حفاظت کرنی ہے۔

"الحفیظ" جانتے ہیں اس کا مطلب کیا ہے۔ یہ اللہ کا نام ہے، اس کا مطلب ہے "سب کا محافظ، حفاظت کرنے والا۔" اگر آپ اس اسم کا ورد کریں گے تو آپ ہر قسم کی پریشانی اور مصیبت سے بچ سکتے ہیں۔

ہم اکثر ٹی وی پر، فلموں اور ڈراموں میں دیکھتے ہیں کہ عورت کسی مشکل میں پھنس گئی ہے۔ یا کوئی اس کو تنگ کر رہا ہے۔ یا پھر کوئی اس کو بلیک میل کر رہا ہے تو ان ڈراموں میں یہ کیوں نہیں دکھاتے کہ وہ لگاتار آیت الکرسی کا ورد کرے اور ساتھ میں الحفیظ کا بھی ورد کرے۔"

مشال نے ایک گہری نظر سب کو دیکھا اور کہا۔

"آپ جب بھی گھر سے نکلیں باوضو ہو کر نکلیں۔ یقین کریں آپ نہیں جانتے کہ اس کے کتنے فائدے ہوں گے آپ کو۔ آیت الکرسی کا ورد کریں۔ چاروں کل پڑھیں اور اس کے بعد "الحفیظ" کا ورد کرتے رہیں۔ جب تک اپنی منزل پر نہیں پہنچ جاتے۔"

تمام کلاس اس کی باتیں کو بہت غور سے سن رہی تھی۔ خاص طور پر لڑکیاں۔

"میں آپ کو اپنا ایک واقعہ سناتی ہوں۔ میں نویں جماعت میں پڑھتی تھی۔ ہمارے سکول میں فنکشن تھا۔ شام کا وقت ہو گیا۔ ہمارا اسکول بہت بڑا تھا۔ مجھے پتا نہیں کیوں لگ رہا تھا کہ ہمارے ایک سر جو ہمیں اردو پڑھاتے تھے، مجھے گھور رہے ہیں۔ وہ بار بار مجھ سے فالتو کے کام کروا رہے تھے۔" مشال کچھ دیر خاموش رہی۔ جیسے تکلیف میں ہو، پھر بولی۔

"میں نے اس بات کا ذکر اپنی دوست سے کیا۔ اس نے کہا جانے دو جو کام کہہ رہے ہیں۔ چپ چاپ کر دو۔ وہ کیا ہے آج ان کا اس سکول میں آخری دن ہے۔ وہ کسی اور شہر میں شفٹ ہو رہے ہیں۔ مجھے میرے دادا جان نے بتایا تھا۔ کہ اگر کوئی بات تم کو تنگ کر رہی ہو تو اس کو کبھی نظر انداز مت کرنا۔ یہی ہماری سب سے بڑی غلطی ہوتی ہے۔ اردو کے سر نے بڑی چالاکی سے ایک مسز کے ذریعے مجھے پیغام دیا کہ اوپر والی کلاس سے مجھے کتابیں لا دے۔ انہوں نے تقریر کرنی ہے۔ اور ان کتابوں سے مدد لینی ہے۔ میں اوپر گئی۔ اللہ آپ کو اشارہ ضرور دیتا ہے۔ میں نے فوراً الحفیظ کا ورد شروع کر دیا۔ وہاں کوئی نہیں تھا اچانک میری نظر ان سر پر پڑی۔ وہ مجھ سے چند قدم دور کھڑے کمینوں کی طرح ہنس رہے تھے۔ میں نے پوری ہمت سے کام لیا اور ایک کتاب پورے زور سے اس کی طرف پھینک دی اور دوڑ لگا دی۔

وہ کتاب اس کے سر پر لگی۔ میں نیچے آ گئی۔ گھر فون کیا اور گھر چلی گئی۔ میں نے اپنے دادا کو سب کچھ بتایا۔

انہوں نے میرا حوصلہ بڑھایا۔ہمیں آگے چار چھٹیاں تھیں۔ جانتے ہو خاص بات کیا ہوئی۔جب میں چار دن بعد سکول گئی تو وہاں ایمبولینس آئی ہوئی تھی۔ بہت بچے ادھر جمع تھے۔سٹریچر پر وہی سر تھے۔بہت بری حالت تھی۔ پتہ کرنے پر معلوم ہوا کہ جس دن فنکشن تھا۔اس دن ان کا پاؤں سڑھیوں سے پھسل گیا تھا اور وہ نیچے گر گئے تھے۔وہ اسی حالت میں چار دن رہے۔"

مشال چپ کر گئی۔پھر بولی۔

"میں آپ سب سے درخواست کرتی ہوں کہ جب بھی کوئی مشکل آئے۔تو آیت الکرسی اور اللہ کا نام "الحفیظ" کا ورد کریں۔اسی میں ہماری مشکل اور تکلیف کا حل ہے۔اپنے ارد گرد جتنے بھی لوگ ہیں۔وہ چاہے بڑے ہوں یا چھوٹے سب کو اس علم کے بارے میں بتائیں تاکہ سبھی لوگ ان درندوں سے محفوظ رہ سکیں۔"

سب نے مشال کے لیے بہت تالیاں بجائیں۔لڑکیوں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔اور کہا ہم اس پر عمل کریں گی۔

مسز فاطمہ نے کہا۔

"تمام بچوں کی پریزنٹیشن اچھی تھی۔مگر اس مسئلہ کا حل اسلام میں ہے۔میں بھی ہر وقت اس کا ورد کرتی ہوں۔اکثر جاب کی وجہ سے دیر ہو جاتی ہے۔شام ہو جاتی ہے۔میں گھر تک کا سارا راستہ یہی پڑھتی رہتی ہوں۔کرم ہے اس ذات کا آج تک کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ ہر چیز حکومت یا معاشرے پر نہ ڈالیں۔اسلام کو فالو کریں انشاءاللہ وہ ذات آپ کو اپنے حفظ و ایمان میں رکھے گی۔"

۞......۞......۞

صبح سویرے سب جلدی اٹھ گئے۔مولوی عبداللہ سب کے لیے ناشتہ لے کر آئے۔ ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد صدیق علی مولوی صاحب کے پاس بیٹھ گئے اور اپنی کہانی سنائی۔

"ہم سب پشاور میں مقیم تھے۔اچھی زندگی گزار رہے تھے۔میں ایک نجی چینل پر صحافی تھا۔مجھے ایک بڑے سیاست دان کے خلاف ثبوت ملے۔میں نے کچھ ثبوت اخبار میں دے دیئے۔اس کے بندوں نے مجھے دھمکی دی۔مگر میں نے ہمت نہیں ہاری۔میں نے اور ثبوت اکٹھے کیے اور دوبارہ اپنے اخبار میں دیئے۔اس سیاست

دان نے میرے اوپر جو لوگ کام کرتے تھے۔ان کو خرید لیا۔جس سے مجھے بہت نقصان ہوا۔انہوں نے میرے خلاف مقدمہ درج کروا دیا۔میرے گھر پر پولیس آئی۔ ان لوگوں نے میرے گھر پتھراؤ کیا۔ محلے والے ہمارے خلاف ہو گئے۔میرا بنک اکاؤنٹ فریز کر دیا۔مجھے وہ جگہ چھوڑنی پڑی۔ میں نے ہمت نہیں ہاری۔اس ذات پر پورا بروسہ ہے۔ایسے وقت میں رشتے داروں نے بھی منہ موڑ لیا۔الٹا ہم پر الزام لگایا کہ ہم نے رشوت لی ہے۔سب کچھ چھوڑ کر ادھر آ گئے۔بس اب کوئی چھوٹی سی نوکری مل جائے اور میرا اکاؤنٹ کھل جائے۔ بیشک مجھے ریڑھی کیوں نہ لگانی پڑے۔حق،حلال کی کمائی چاہیے۔"

مولوی عبداللہ نے ساری بات سننے کے بعد بولے۔

"بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ ہر اندھیرے کے بعد روشنی آتی ہے۔تم اور تمہارے گھر والے جب تک چاہیں یہاں رہ سکتے ہیں۔میں اپنے بیٹے سے کہتا ہوں۔انشاءاللہ ایک یا دو دن میں نوکری کا بندوبست ہو جائے گا۔"

صدیق علی نے دل کی گہرائیوں سے ان کا شکرادا کیا۔اتنے میں دونوں چھوٹے بھائی اپنے دادا کے ساتھ باہر آ گئے۔

"یہ دونوں کون ہیں۔کیا نام ہیں ان کے؟مولوی عبداللہ نے بڑے پیار سے پوچھا۔

"بڑے بیٹے کا نام حسان ہے، چھوٹے کا نام قاسم ہے اور بیٹی کا نام لائبہ۔" صفدر میاں نے ان کا تعارف کروایا اور ساتھ بتایا کہ "میں مدرسے کے بچوں کو مسجد میں قرآن پڑھاتا ہوں۔" مولوی عبداللہ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور کہا۔" آپ میرے ساتھ چلیں۔ہم بھی بچوں کو قرآن سکھاتے ہیں۔اب بچوں کی تعداد زیادہ ہو گئی ہے۔آپ کے آنے سے آسانی ہو جائے گی۔"

صفدر میاں مان گئے۔صدیق علی بنک گئے۔ان کا بنک اکاؤنٹ کھول دیا گیا۔آج کا دن ان کے لیے بہت رحمت والا ثابت ہوا۔

✪......✪......✪

شادی کی تمام تیاری کر لی گئی تھی۔پورا گھر روشنیوں سے سجایا ہوا تھا۔گھر والے سارے مہمانوں کے ساتھ

مصروف تھے۔موسم کافی خوشگوار تھا۔ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ایسے میں آسمان پر پورا چاند موجود تھا۔کبھی وہ بادلوں کے پیچھے چھپتا کبھی وہ دوبارہ نظر آتا ایسا لگتا کہ وہ آنکھ مچولی کا کھیل، کھیل رہا ہو۔

ایک چاند کمرے میں بھی موجود تھا۔دلہن کے روپ میں وہ بے حد حسین لگ رہی تھی۔دنیا سے بے پرواہ وہ اپنی چوڑیوں کے ساتھ کھیلنے میں مصروف تھی۔جب کمرے کا دروازہ کھلا۔

''مشال تیار ہوگئی، بس بارات آتی ہوگی۔'' آنٹی زینب اس کے سامنے آکر کھڑی ہوگئیں۔اس کو دیکھتے ہی ان کے آنکھوں میں خوشی کے آنسو آگئے۔

''امی، اب آپ پلیز رونا مت۔مجھے خوشی خوشی رخصت کرنا۔یہ بتائیں بابا کہاں ہیں؟'' مشال نے اپنی ماں کے آنسو صاف کیے۔

''اللہ میری بیٹی کو نظر بد سے بچائے۔تمہارے نصیب اچھے کرے۔تم کو دین اور دنیا دونوں کی خوشی ملے۔'' یہ کہہ کر وہ دوبارہ رونا شروع ہوگئیں۔مشال کو کرسی پر بٹھایا اور نیچے چلی گئیں۔مشال نے اپنی آنکھیں بند کرلیں اور درود شریف پڑھنا شروع ہوگئی۔

قسمت میں جو لکھا ہوتا ہے، وہ ہو کر رہتا ہے۔حیدر قمر کے فون کی بیل بجی۔جو خبر ان کو ملی۔اس نے ان کی زندگی بدل دی۔کتنی دیر کرسی پر بیٹھے رہے۔سارے گھر والے جمع ہوگئے۔بڑی ہمت کر کے بولے۔

''ارشد (حیدر قمر کے دوست) کہہ رہا تھا۔اکرام اور اس کے بیٹے کو پولیس پکڑ لے گئی ہے۔ان کی فیکٹری میں جعلی دوائیاں بنتی تھیں۔پولیس نے سارا مال اپنے قبضے میں لے لیا ہے۔'' انہوں نے دکھ بھرے لہجے میں بتایا۔

عدنان نے ٹی وی آن کیا۔ایک نجی چینل پر یہی خبر چل رہی تھی۔ایک رپورٹر نے یہ خبر بریک کی تھی۔اکرام کا تعلق کسی مشہور وزیر کے ساتھ جوڑ رہے تھے۔جس بھی رپورٹر نے یہ نیوز بریک کی تھی۔اس نے بڑی ہمت کی تھی کیونکہ ان سب کی پہنچ اوپر تک تھی۔

آنٹی زینب بھی رونا شروع ہوگئیں۔

''اب ہم خاندان والوں کو کیا بتائیں گے۔سب نے لڑکی کو برا کہنا ہے۔کل کو کون اس سے شادی کرے

گا۔"

"امی آپ پریشان نہ ہوں۔اللہ بہتر کرے گا۔ہمت کریں جو سچ ہے۔وہ تمام خاندان والوں کو بتائیں۔ بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔" زینب آنٹی کی بڑی بہو نے مشورہ دیا۔

حیدر قمر اور آنٹی زینب مشال کے کمرے میں آئے۔

"مجھے معاف کر دینا، میری وجہ سے تم کو تکلیف ہوئی ہے۔"انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔وہ اس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئے۔

"ابو! آپ ایسی باتیں نہ کریں۔آپ نے تو میرے لیے اچھا سوچا تھا۔ہم کو اللہ کی رضا میں راضی ہونا چاہیے۔شکر ادا کریں ہم مصیبت سے بچ گئے۔آپ اپنے آپ کو قصوروار نہ سمجھیں۔" مشال ان کے پاس زمین پر بیٹھ گئی۔اس کی ماں نے بھی اسے پیار کیا۔

تمام مہمان چلے گئے۔سارے گھر میں خاموشی ہو گئی۔ہر کوئی اپنے کمرے میں بند تھا۔زینی نے اپنا لباس تبدیل کیا۔وضو کیا اور مصلہ لے کر بیٹھ گئی۔دیر تک سجدے میں رہی۔

"اے میرے مالک،تو بہت رحمت والا ہے۔میں تیرا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔تو نے مجھے تباہ ہونے سے بچا لیا۔بس مجھ پر اپنا کرم رکھنا۔" مشال نے اپنے رب کا شکر ادا کیا۔اور سونے کے لیے لیٹ گئی۔چند قطرے آنسو کے نکلے جو خوشی کے تھے۔

"تم مجھے کوئی ایک وجہ بتاؤ مجھ سے شادی نہ کرنے کی۔" وہ لائبریری میں اس کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔

"کوئی ہے جو مجھے اچھا لگتا ہے۔بڑا نیک ہے۔لوگوں کی خدمت کرتا ہے۔" مشال کتاب کھولتے ہوئے بولی۔

"مشال، تمہارے گھر والے مجھے اچھے سے جانتے ہیں۔اپنے اس فیصلے پر غور کرو۔اس سے ہمارے دونوں کے گھر والوں کو خوشی ہو گی۔" وہ بھی اپنی بات پر قائم تھا۔

"تم کو دوسروں کی پرواہ ہے میری نہیں۔یہی تو سب سے بڑا مسئلہ ہے۔تمہارا کوئی ٹھکانہ بھی تو نہیں۔

حرکتیں دیکھی ہیں اپنی۔ ہر وقت ہوائی گھوڑے پر سوار ہوتے ہو۔" مشال اپنے دونوں ہاتھوں کو میز پر رکھتے ہوئے آہستہ سے بولی۔

"میں اپنے والدین کو تمہارے گھر بھیج رہا ہوں۔ شادی کروں گا تو صرف تم سے۔ مجھے ایک بہادر عورت سے شادی کرنی ہے۔ اور تم بہت بہادر ہو۔" وہ بھی اپنی بات پر قائم رہا۔ اس نے سفید رنگ کی شلوار قمیص پہنی ہوئی تھی۔ ہاتھ پر گھڑی باندھی ہوئی تھی۔ جس کو وہ بار بار دیکھ رہا تھا۔

"تم مجھ سے اس لیے شادی کرنا چاہتے ہو کہ میں بہادر ہوں۔ اور کوئی وجہ نہیں۔"

"نہیں اور کوئی وجہ نہیں، دیکھو عورتوں کو اچھا لگتا ہے کہ ان کی تعریف کی جائے۔ مگر مجھے یہ سب نہیں کرنا آتا۔"

"بہت سچے انسان ہو۔ اتنا سچ بولنا بھی اچھا نہیں ہوتا۔" مشال کو شاید اس کی بات پسند نہیں آئی۔ بیگ اٹھایا اور چل دی۔ وہ کچھ دیر اس کو دیکھتا رہا۔ فون کی بیل ہوئی اور وہ بھی اٹھ کر چلا گیا۔

✿.......✿.......✿

زینی اپنی ماں، باپ اور بھائیوں کے سامنے کھڑی تھی۔ سب اس کے فیصلے پر حیران تھے۔ اور اس سے زیادہ غصے اور دکھ میں تھے۔ جب سب کی لاڈلی ایسا کرے گی تو سب کا غصہ جائز ہوگا۔

"یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔ میں شادی کروں گی تو صرف انتھونی سے۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔"

"تم ایسا کچھ نہیں کرو گی۔ غیر مذہب سے شادی ہرگز نہیں۔" زینی کے ابو حمید نے کہا۔

"بابا! یہ میری زندگی ہے۔ میں جو مرضی کروں۔ اس نے کہا ہے کہ وہ اسلام قبول کرے گا۔ میں اس کے ساتھ خوش رہوں گی۔ اس نے اپنے والدین سے بات کر لی ہے۔ ان کو کوئی اعتراض نہیں تو پھر آپ کو کیوں ہے۔" زینی اپنی ماں (صباء) کو دیکھتے ہوئے بولی۔ جو اب تک خاموش تھیں۔

"تم سن رہی ہو یہ کیا کہہ رہی ہے۔ اگر یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے تو سن لو۔ اس گھر میں تمہاری کوئی جگہ نہیں۔ آج سے تم ہمارے لیے مر گئی ہو۔ نکل جاؤ اس گھر سے۔" حمید صاحب غصے سے باہر نکل گئے۔ ان کا بڑا

بیٹا بھی ان کے ساتھ چلا گیا۔اس حالت میں ان کو اکیلا چھوڑنا ٹھیک نہیں تھا۔زینی نے ایک نظر اپنی ماں کو دیکھا اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔

"امی، آپ کچھ بولیں کیوں نہیں۔آپی کو روکنا تھا۔وہ جو کر رہی ہے وہ غلط ہے۔" زینی کے چھوٹے بھائی نے امی کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بیٹا! جب اس نے فیصلہ کر لیا ہے تو میرے یا کسی اور کے بولنے اور سمجھانے کا کوئی فائدہ نہیں۔اللہ اس کو نیک ہدایت دے۔" ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ان کو اپنی بیٹی کا مستقبل نظر آ رہا تھا۔

✿......✿......✿

"تم تیار ہو یہ سب کرنے کے لیے۔تم جانتے ہو کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔" اس کے ساتھی نے اس کو روکنے کی کوشش کی۔

"میں صرف اللہ سے ڈرتا ہوں۔باقی وہ جانے جس نے پیدا کیا ہے۔" حسان نے ضرورت کا سامان بیگ میں ڈالتے ہوئے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"شیر کے منہ میں ہاتھ ڈال رہے ہو۔اگر پکڑے گئے تو تمہاری لاش بھی نہیں ملے گی۔یاد نہیں پچھلی بار کیا ہوا تھا۔" وہ آنے والے وقت سے ڈر رہا تھا۔اس نے اس کی بات کو نظر انداز کر دیا۔بیگ پیچھے پہنا اور چل دیا۔ بائیک کو کک ماری اور چند ہی سیکنڈ میں بائیک ہوا سے باتیں کرنے لگی۔رات کا وقت تھا۔اونچی آواز میں اپنی مستی میں وہ مسلسل پڑھ رہا تھا۔

اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ
چاروں طرف چھایا
آقا کا میلاد آیا
خوشیوں کا پیغام لایا
آقا کا میلاد آیا
اللہ اللہ اللہ

خوشیاں مناتے ہیں وہی
دھومیں مچاتے ہیں وہی
جن پر ہو ان کا سایہ
آقا کا میلاد آیا

کب سفر ختم ہوا خبر نہ ہوئی۔ سامنے بڑی سے حویلی آ گئی۔ بائیک روکی اور اتر کر ارد گرد دیکھا۔ بیگ سے رسی نکالی اور درخت پر پھینکی۔ پہلی ہی بار میں رسی درخت کی شاخ میں پھنس گئی۔ اللہ کا شکر ادا کیا۔ اوپر چڑھا اور بڑی آرام سے نیچے کو کودا۔ بیگ سے کیمرہ نکالا اور آگے کو بڑھ گیا۔

سامنے بلڈنگ تھی۔ کچھ آدمی آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ اس نے ان کا جائزہ لیا۔ سب کے سب نشے میں لگ رہے تھے۔ شکر ادا کیا۔ رومال منہ پر رکھا اور اندر چلا گیا۔ جگہ جگہ گندگی کے ڈھیر تھے۔ بدبو دماغ کو چڑھ رہی تھی۔ خون کے نشانات ہر جگہ تھے۔ اندر بہت سے کمرے تھے۔ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر گیا۔ ایک طرف بڑا سا ہال تھا۔ کھڑکی سے اندر دیکھا۔ اندر جو ہو رہا تھا۔ ایک بار تو وہ خود ہل کر رہ گیا۔ ہمت کر کے کیمرے سے تصویریں لیں۔

کسی نے اس کی کندھے پر ہاتھ رکھا۔ سانس وہیں روک گئی۔ مڑ کر دیکھا۔ ایک موٹا سا آدمی لال آنکھوں والا اس کو گھور رہا تھا۔

”ادھر...... کیا کر...... رہے...... ہو؟ اس نے پوچھا۔ منہ سے آنے والی بدبو نے بتایا کہ وہ بھی نشے میں ہے۔

”وہ میں مجھے یعنی صاحب۔“ ابھی حسان کے منہ میں لفظ تھے۔ وہ بولا۔

”اچھا، اچھا تم...... کو...... صاحب...... نے بھیجا...... ہے...... نئے ہو۔“ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ اس نے اپنے اللہ کا شکر ادا کیا اور دوسرے کمرے کی طرف بڑھا۔ وہاں کی بھی تصویریں لیں۔ جو کچھ دیکھ رہا تھا۔ یقین نہیں تھا کہ دولت کے لیے انسان ہی انسان کے ساتھ کیا کرتا ہے۔ جتنا ہو سکا اپنا کام جاری رکھا۔ وہاں ادویات کے ڈھیر تھے۔ ایک پورا آپریشن تھیٹر تھا۔ جس شخص پر نظر پڑی۔ اس نے اس کو اندر تک ہلا کر رکھ دیا۔

جتنی گالیاں آتی تھیں اس کی نذر کر دیں۔ جانے کو مڑا تو وہی شخص اس کو دوبارہ ملا۔ دل سے آواز آئی اب تو گیا۔ منہ نیچے کیا اور چلتا بنا۔ اس موٹے شخص نے آواز دی۔ بڑے بڑے قدم اٹھائے اور دوڑ لگا دی۔ سامنے سے چند آدمی آئے۔ حسان نے ان پر حملہ کیا، بائیک کے پاس پہنچا کک لگائی اور بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔ انہوں نے فائر کیا۔ پر جس پر اللہ کی رحمت ہو وہ بچ گیا۔ صبح ہو رہی تھی۔ روشنی ہر طرف پھیل رہی تھی۔ ایک بار پھر اللہ کا شکر ادا کیا۔ پھر لب کھولے

کبھی تو سبز گنبد کا اجالا ہم بھی دیکھیں گے
ہمیں بلوائیں گے آقا مدینہ ہم بھی دیکھیں گے
تڑپ اٹھے گا یہ دل یا دھڑکنا بھول جائے گا
دل بسمل کا اس در پر تماشہ ہم بھی دیکھیں گے
ادب سے ہاتھ باندھے روضے پر کھڑے ہوں گے
سنہری جالیوں کا یوں نظارہ ہم بھی دیکھیں گے

سفر جاری رکھا اور اپنی منزل تک پہنچ گیا۔ جب اللہ کا کلام ساتھ تھا تو سفر تو آسان ہونا تھا۔

حسان آج خوش تھا۔ ایک بڑی کامیابی اس کے ہاتھ لگی تھی۔ ان تمام تصویروں کو لیپ ٹاپ میں دیکھ رہا تھا۔ جب اس کا باس اور دوست اندر آئے۔

"کیا خبر لائے ہو شیر؟" باس نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

"سر، یہ سمجھ لیں خزانہ ہاتھ لگا ہے۔ اس ملک میں جرم نہیں گناہ ایجاد ہوتا ہے۔" اس نے دکھ سے کہا اور لیپ ٹاپ سر کی طرف کر دیا۔ سر نے ساری تصویریں دیکھیں۔ جیب سے رومال نکالا اور پسینہ صاف کیا۔

"ہمارا کام سچی خبر آگے تک بھیجنا ہے۔ اس ملک میں سب سے بڑی کمی انصاف کی ہے۔ اگر عدالت مضبوط ہو تو ان مجرموں کو سر عام سزا ہو۔ پھر دیکھو ہمارا ملک کیسے ترقی کرتا ہے۔"

"سر آپ نے بالکل ٹھیک کہا ہے۔ بس اس پر ذرا سا کام کر لوں۔ پھر آگے نیوز دے دوں گا۔" حسان نے

کیمرہ صاف کرتے ہوئے سرکوانفارم کیا۔

❁......❁......❁

زینی اور انتھونی کی شادی کورٹ میں ہوئی۔کچھ قریبی دوستوں نے شرکت کی۔ماریہ بھی خوش تھی۔اس کی وکالت مکمل ہوگئی تھی۔

''کیاتم نے سچ میں اپنا گھر چھوڑ دیا ہے۔''ماریہ نے اس کوکیک دیتے ہوئے پوچھا۔

''کب تک ناراض رہیں گے۔میں ان کوضرور منالوں گی۔''زینی نے آنسوصاف کرتے ہوئے بولی۔لگ تو وہ بے حد پیاری رہی تھی مگراپنوں کے بغیر سب کچھ عجیب لگ رہا تھا۔انتھونی کودیکھ کراس کوحوصلہ ہوالیکن آنے والا وقت صرف اللہ جانتا ہے۔

❁......❁......❁

''تمہارا مسئلہ کیا ہے،کیوں میرے پیچھے پڑے ہو۔''مشال،حسان کے آفس آئی اور شروع ہوگئی۔

''آرام سے بات کریں میڈم۔یہ میرا آفس ہے۔اور یہ بتاؤ کیا ہوا ہے۔''وہ اس کے سامنے کرسی پراپنے دونوں بازو میز پر رکھ کر بیٹھ گیا۔

''تم کو جیسے معلوم نہیں ہے۔پہلے میری شادی والے دن وہ خبر چلاکر میری شادی توڑ دی۔اس لیے ان لوگوں نے تم کو مارکر سڑک پر چھوڑ دیا تھا۔اب یہ انسانی اعضاء کی اسمگلنگ کی خبر۔''مشال کچھ دیر کے لیے خاموش رہی پھر بولی۔

''کیا وہ وہی ڈاکٹر ہے جس کو میں پسند کرتی ہوں۔''حسان نے لیپ ٹاپ آن کیا اور اس کے سامنے کر دیا۔مشال نے جب وہ تمام تصویریں دیکھیں۔وہ سب کچھ اس سے برداشت نہ ہوا۔قے آئی،واش روم کو چلی گئی۔نیوز چینل پر چند تصویریں آئی تھیں،جو برداشت کی جاسکتی تھیں۔باہر آئی تو حسان نے اسے ٹشو پیپر اور پانی دیا۔

''کتنی عجیب تصویریں ہیں۔کیسے کر لیتے ہو یہ سب کچھ۔وہ لوگ جو سب یہ کچھ کر رہے ہیں۔بہت بہادر، طاقتور اور پہنچ والے ہوں گے۔تم ان سب میں کیوں پڑ رہے ہو۔''مشال صوفے پر بیٹھی۔ٹشو پیپر سے منہ صاف

کیا اور حسان سے پانی کا گلاس لیا۔

”غلط، بہادر طاقتور ذات صرف اللہ کی ہے۔اس کی پہنچ ہر جگہ ہے۔ جہاں دیکھو گی۔وہی ذات نظر آئے گی۔اگر ہم سب ڈر جائیں تو یہ لوگ اور غلط کام کریں گے۔وہ بھی مٹی کے بنے ہیں اور ہم بھی تو ڈر کس بات کا۔“ حسان نے آرام سے اس کو سمجھایا۔مشال میز پر رکھے پھولوں کی طرف دیکھنے لگی۔

”اب تم گھر جا کر آرام کرو۔تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔“ حسان نے اس سے گلاس لیا اور میز پر رکھ دیا۔

مشال گھر آ گئی دیر تک اس کی باتوں پر غور کرتی رہی۔دل ہی دل میں شرمندہ ہوئی اور اپنی بے عزتی بھی محسوس ہوئی۔اپنے اللہ پر بھروسہ ہونا چاہیے۔حسان جو جنگ لڑ رہا ہے۔وہ تو ایک طرح کا جہاد ہے۔جابر بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا بھی تو جہاد ہے۔وہ بھی برائی سے لڑ رہا ہے۔

مشال اپنی ماں کے کمرے میں گئی۔دیکھا تو وہ فون پر کسی سے بات کر رہی تھیں۔پاس آ کر بیٹھ گئیں۔

”آؤ بیٹا میں نے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔تمہارے ابو نے تمہارا رشتہ پکا کر دیا ہے۔“ آنٹی زینب نے بڑے پیار سے اس کو بتایا۔مشال نے حیران ہو کر اپنی امی کو دیکھا۔نہ کوئی بات کی نہ سوال کیا بس خاموش ہو گئی اور ہاں کہہ دی۔

آنٹی زینب اپنی بیٹی کے فیصلے پر خوش تھیں۔

مشال اور حسان کی شادی ہو گئی۔حسان مشال کو لے کر کراچی آیا۔سارے راستے دونوں نے کوئی بات نہ کی۔ٹیکسی لی اور ایک کالونی میں آ گئے۔شام ہو رہی تھی۔مشال حسان کے پیچھے چلتی رہی۔سیڑھیاں چڑھ کر اپنے فلیٹ میں آیا۔دروازہ کھولا اندر داخل ہوا۔بجلی بند تھی۔دو چھوٹے چھوٹے کمرے تھے۔ساتھ ایک غسل خانہ تھا۔ایک چھوٹا سا کچن تھا۔حسان نے بیگ رکھے۔موم بتی تلاش کی اور اس کو جلایا۔

”جاؤ فریش ہو جاؤ، بجلی پتہ نہیں کب آئے گی۔“ مشال نے اپنے بیگ سے کپڑے نکالے اور غسل خانے چلی گئی۔واپس آئی تو حسان کھانا لے آیا تھا۔دونوں نے کھانا کھایا۔

"کیا تم اس شادی سے خوش ہو؟ مجھے زیادہ خوش نہیں لگتی۔" حسان اپنے موبائل پر دیکھتے ہوئے اپنی بیگم سے پوچھا۔

"جو نصیب میں تھا وہ مل گیا۔" مشال کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے بولی۔ حسان نے ایک نظر غور سے اس کو دیکھا اور یہ کہہ کر اٹھ کر چلا گیا۔

"تیار ہو جاؤ باہر چلتے ہیں۔"

مشال اس کو دیکھتی رہی۔ لمبے بال جس کو اس نے چھوٹی سی چوٹی میں باندھا ہوا تھا۔ بیگ سے ایک پستول نکالا اور اپنے پاس رکھا۔ ایک چھوٹا سا چاقو، نیل کٹر اور لائٹر نکالا اس کو کوٹ کی جیب میں ڈالا۔ اپنے کام میں وہ بے حد مصروف تھا۔ مشی نے جینز کے اوپر اورنج رنگ کی ٹی شرٹ پہنی اور اوپر کالا کوٹ لیا۔ دونوں باہر گھومنے نکلے۔

شام ہو رہی تھی۔ سورج واپس جانے کو تیار تھا۔ چڑیاں اپنے گھونسلے کو جانے کو تیار تھیں۔ مشال نے محسوس کیا کہ وہ کچھ پڑھ رہا ہے۔ اس کا پاؤں پتھر سے ٹکرایا اور وہ نیچے گر گئی۔ حسان نے اسے مڑ کر دیکھا اور آگے بڑھ گیا۔ مشی کو اس کی حرکت پر بہت غصہ آیا۔

"اندھے ہو نظر نہیں آ رہا، کیا میری مدد نہیں کر سکتے؟"

"کون سا پہاڑ سے نیچے گر گئی ہو۔ اب احتیاط سے چلو یہاں بے شمار بندر ہوتے ہیں۔" اس نے اس کو ڈرانے کی کوشش کی۔ مشال چپ کر کے اس کے ساتھ چلنا شروع ہو گئی۔ ہوٹل گئے، کھانا کھایا۔ جب باہر نکلے تو اندھیرا پھیل چکا تھا۔ لوگوں کا رش کم ہو گیا تھا۔ سڑک خالی تھی۔

ایک تیز رفتار جیپ پاس آ کر رکی۔ ایک آدمی جو جیپ میں موجود تھا، اس نے مشال کو کھینچ کر جیپ میں ڈالا۔ اس سے پہلے کہ حسان کچھ کرتا۔ دوسرے آدمی نے مشال کے سر پر بندوق رکھی۔ حسان ادھر ہی رک گیا۔ اس نے اسے گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ حسان نے ایک نظر مشی کو دیکھا اور خاموشی سے جیپ میں آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے جیپ ویران علاقے کی طرف دوڑا دی۔

زینی نے انتھونی کے لیے کھانا تیار کیا۔اس کی پسند کی فش اور سوپ بنایا۔سفید رنگ کا انار کلی فراک پہنا۔بال کھلے چھوڑ دیئے۔ڈور بیل بجی، زینی نے جا کر دروازہ کھولا۔انتھونی دیوار کا سہارا لے کر اندر آیا۔زینی اس کو پکڑنے لگی۔اس کے منہ سے آنے والی بدبو نے بتایا کہ وہ آج پھر شراب پی کر آیا ہے۔دو دن پہلے بھی اسی بات کو لے کر جھگڑا ہوا تھا اور انتھونی نے معافی بھی مانگی تھی کہ وہ دوبارہ شراب کو ہاتھ بھی نہیں لگائے گا۔

انتھونی اپنے کمرے میں چلا گیا اور زینی کچن میں چلی گئی۔برتن سمیٹے۔آج وہ جھگڑا نہیں کرنا چاہتی تھی۔اس لیے خاموش رہی۔جو ہو رہا تھا وہ روز کا معمول بن رہا تھا۔

✿......✿......✿

جب آنکھ کھلی تو کمرے میں اندھیرا تھا۔روشن دان سے روشنی اندر آ رہی تھی۔بازوؤں کو پیچھے رسی سے باندھا ہوا تھا۔فوراً کمرے کی تلاشی لی۔مشال پاس بے ہوش پڑی تھی۔رنگ اڑ گئے۔

''مشال، مشال۔آنکھیں کھولو اپنی۔اٹھو، تم ٹھیک تو ہو۔'' حسان نے اس کو ہلانے کی کوشش کی۔مشال کی آنکھ کھلی۔نیم بے ہوشی میں تھی۔

''تم ٹھیک ہو۔'' حسان نے فکر مندی سے پوچھا۔

''میں ٹھیک ہوں۔یہ کون سی جگہ ہے۔کون لوگ ہیں یہ۔میرے ہاتھ کیوں باندھے ہوئے ہیں۔'' مشال نے ایک ہی سانس میں سوال کر دیئے۔کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک آدمی اندر داخل ہوا۔لمبا قد، بڑی بڑی مونچھیں، کندھے پر بندوق لٹکائی ہوئی تھی۔

''اب بول، بڑا اچھل رہا تھا۔پکڑ لیا نا تجھے۔تلاشی لی ہے تیری یہ دیکھ کیا ملا ہے مجھے۔''

اس نے اس کی بندوق، چاقو اور دیگر اشیاء دکھائیں جو اس سے ملی تھیں۔

''اب دیکھتے ہیں تجھے کون بچاتا ہے۔'' یہ کہہ کر ایک نظر مشال پر ڈالی اور چلا گیا۔

حسان نے اسے گالیاں دیں اور پھر خاموش ہو گیا۔بڑی کوشش کی پر ہاتھ بہت مضبوطی سے بندھے ہوئے تھے۔مشال اس کے پاس گھسٹ کر آئی۔اپنا سر اس کے پاس کیا۔

''میری چٹیا میں دیکھو۔''

''اس وقت تم کو جوؤں کی پڑی ہے۔ میں ایسا کام نہیں کرتا۔ مجھے سوچنے دو کیا کرنا ہے۔'' حسان غصے میں بولا۔

''میرے سر میں کوئی جوں نہیں ہے۔ میرے بالوں میں کچھ ہے۔ وہ اپنے دانتوں سے نکالیں۔ جلدی کریں۔'' حسان نے ایک نظر مشال کو دیکھا اور غور سے اس کے بالوں میں دیکھا۔ جو اس کو ملا۔ حیران رہ گیا۔ اس نے اپنے بالوں میں چھوٹا سا چاقو چھپایا ہوا تھا۔

''اس کو اپنے دانتوں میں مضبوطی سے پکڑو۔ میں اپنے بازو تمہارے پاس کرتی ہوں۔ چاقو کی مدد سے اس کو کاٹو۔'' مشال نے حسان کو کہا۔ حسان نے ایک منٹ کے لیے سوچا پھر بولا۔

''تم میری رسی کاٹو۔ جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو۔'' یہ کہہ کر اس نے چاقو مشال کے منہ میں ڈالا۔ مشال نے رسی کاٹنے کی کوشش کی۔ ایسا کرنے سے کئی بار حسان کا ہاتھ زخمی ہوا۔

''میں یہ اور نہیں کر سکتی۔ آپ کے ہاتھوں سے خون نکل رہا۔'' مشال چاقو ایک طرف رکھتے ہوئے بولی۔

''تمہارا دماغ ٹھیک ہے۔ بس ذرا سا اور۔ پلیز جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو۔ تم ایسے لوگوں کو نہیں جانتی۔'' حسان کی آواز گویا کسی صحرا سے آئی ہو۔ جو پانی کے لیے ترس رہا ہو۔ مشال نے پھر ہمت کی۔ اس کے ہاتھوں سے نکلتے ہوئے خون سے اس کو سخت تکلیف ہو رہی تھی۔ آخر کار وہ کامیاب ہو گئی۔ حسان نے فوراً اسی چاقو سے مشال کی بازو کی رسی بڑی احتیاط سے کاٹی۔ پھر اپنے اور اس کے پاؤں سے باندھی ہوئی رسی کاٹی۔

حسان نے پورے کمرے کا جائزہ لیا۔ دروازہ بند تھا۔ کمرے میں ہر جگہ گند تھا۔ کچھ شراب کی بوتلیں بھی موجود تھیں۔ نظر روشن دان پر پڑی۔ بھاگ کر چھلانگ لگائی اور اس تک پہنچ گیا۔ ہمت کر کے باہر نکلا۔ مشال اس کو دیکھتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد آیا۔ باہر سے اندر ایک لوہے کا خالی تیل کا ڈبہ پھینکا۔

باہر کسی چیز پر کھڑا تھا۔ اس نے بڑی عقل مندی سے مشال کو ادھر سے نکالا۔ حسان نے اس کا ہاتھ پکڑا اور دوڑ لگا دی۔ رات ہو چکی تھی۔ چاند کی روشنی ایسے میں اللہ کی رحمت تھی۔ بھاگ، بھاگ کر مشال کا برا حال ہو گیا تھا۔ وہ نیچے گر گئی۔ حسان اس کے پاس بیٹھ گیا۔

''ہمت رکھو۔ میں جانتا ہوں جو کچھ ہو رہا ہے۔ وہ میری وجہ سے ہو رہا ہے۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ ہر قدم

پر درود شریف پڑھو۔ دیکھو وہ ذات کیسے ہماری مشکل آسان کرتی ہے۔ پیدا کرنے والا وہ مارنے والا وہ تو فکر کس بات کی۔" حسان نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"ہم یہاں سے کیسے جائیں گے؟ دور دور تک کوئی نہیں۔" مشال نے اپنے دوپٹے سے کپڑا اپھاڑا اور اس کے زخمی ہاتھ پر باندھا۔

"تم بس درود شریف کا ورد کرو۔ کیا تم جانتی ہو درود شریف تم جب بھی پڑھو گی جس حال میں پڑھو گی ہر حال میں قبول ہوگا۔ یہ اللہ کا تحفہ ہے ہمارے لیے۔ دیکھو اللہ کیسے ہماری منزل آسان کرتا ہے۔"

مشال نے اس کی بات بہت غور سے سنی۔ دونوں پھر اٹھے اور پھر بھاگنا شروع کر دیا۔ آگے ایک سڑک نظر آئی۔ وہاں کھڑے ہو گئے۔ دور سے فجر کی اذان کی آواز آرہی تھی۔ حسان نے فجر کی نماز پڑھی۔ مشال بھی پاس بیٹھ گئی۔ اس کے بعد اس نے تلاوت شروع کی۔ دیر تک اپنے میں مست وہ تلاوت کرتا رہا۔ مشال اس کی آواز میں کھو گئی۔

کچھ دیر بعد ادھر سے ایک ٹرک گزرا۔ حسان نے اس کو اشارہ کیا۔ وہ رک گیا۔ اس نے ان دونوں کو بیٹھنے کی اجازت دے دی۔

✡ .... ✡ .... ✡

زینی ہسپتال میں موجود تھی اور باری کا انتظار کر رہی تھی۔ سامنے دیوار پر نظر پڑی۔ بہت ہی پیارے بچے کی تصویر تھی۔ انتھونی کو کئی بار فون کیا۔ لیکن اس کا نمبر لگا تار بزی مل رہا تھا۔ نرس نے اس کو اندر آنے کا اشارہ کیا۔ اندر گئی اور کرسی پر بیٹھ گئی۔ ہاتھ میں پکڑی رپورٹ ڈاکٹر کے حوالے کی۔ ڈاکٹر نے رپورٹ پڑھی۔

"ایسے موقع پر آپ کا شوہر کہاں ہے؟" ڈاکٹر نے عینک اتار کر میز پر رکھی اور زینی سے سوال کیا۔

"وہ کام کے سلسلے میں شہر سے باہر گئے ہیں۔" زینی نے جھوٹ بولا۔

"آپ کو بہت بہت مبارک ہو۔ آپ ماں بننے والی ہیں۔" ڈاکٹر نے خوش خبری دی مگر زینی یہ سن کر زیادہ خوش نہیں ہوئی۔ ڈاکٹر نے کچھ دوائیاں دیں اور کچھ ہدایت بھی دیں۔ زینی نے اپنی فائل واپس لی اور گھر کا رخ کیا۔

راستے میں پارک کا رخ کیا اور وہاں بیٹھ گئی۔ وہاں اس کی ملاقات ماریہ سے ہوئی۔ دونوں کافی دیر بعد ملے تھے۔

''والدین کا گھر چھوڑ کر آئی تھی۔ سارے دروازے بند کر کے آئی تھی۔ بہت بھروسہ تھا۔''

''کس پر۔ انتھونی پر یا اپنے اوپر۔'' ماریہ نے اس کی بات کاٹی۔

''اندھی ہو گئی تھی۔ اس نے اسلام قبول نہیں کیا۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔''

زینی لگاتار پاس پڑے زمین پر سوکھے پتوں کو دیکھ رہی تھی۔ جیسے ان دونوں میں کوئی فرق نہ ہو۔

''میں ماں بننے والی ہوں۔ کیا سکھاؤں گی اپنے بچوں کو۔ کیا تربیت کروں گی۔''

وہ اٹھ کر چلے گئی۔ ماریہ کو سمجھ میں نہ آیا کہ اس کو حوصلہ دے یا مبارک باد دے۔ اپنی اچھی دوست کے لیے اس کو برا بھی لگ رہا تھا۔

انتھونی تین دن بعد گھر لوٹا۔ کھانے کی میز پر اس نے اپنے شوہر کو یہ خوش خبری سنائی مگر اس نے بھی زینی کو ایک خوش خبری دی۔

''میں نے اپنے بچپن کی دوست سے شادی کر لی ہے۔ مجھے یہ بچہ نہیں چاہیے۔'' وہ یہ کہہ کر اٹھ کر چلا گیا۔ زینی اس کو دیکھتی رہ گئی۔

✿.........✿.........✿

مولوی عبداللہ نے اپنے بیٹے حیدر کو کہہ کر صدیق علی کو نوکری دلائی۔ شروع کے چند سال وہ حیدر صاحب کے گھر میں رہے۔ صدیق علی اور ان کی بیگم بابرہ نے دن رات بہت محنت کی۔ بابرہ نے بچوں کو گھر میں ٹیوشن پڑھائی۔ صدیق علی نے حیدر صاحب کی کپڑوں کی فیکٹری میں کام کیا۔ پھر اپنی کتابوں کی دکان کھول لی۔ بچے بھی سکول جانا شروع ہو گئے۔ پہلے دادی کرن پھر صفدر میاں اللہ کو پیارے ہو گئے۔

صدیق علی بیمار پڑ گئے تو حسان اپنی سکول کی تعلیم چھوڑ کر اپنے بابا کے ساتھ ان کی کتابوں والی دکان پر بیٹھ گیا۔ جس سے ان کو بہت سہارا ہوا۔ قاسم کا بھی یونیورسٹی میں داخلہ ہو گیا۔ لائبہ کی شادی ہو گئی۔ صدیق علی نے اپنے ایک پرانے صحافی دوست سے کہہ کر حسان کو ایک نیوز چینل میں فوٹو گرافر کی نوکری دلوائی۔

شروع میں وہ صرف تصویریں کھینچ کر لاتا تھا۔ بعد میں اس کی ہمت اور بہادری کی وجہ سے اس کے باس نے اسے کرائم رپورٹر کا عہدہ دیا۔ جب قاسم کی تعلیم مکمل ہوئی تو وہ اپنے بابا کے ساتھ دکان پر بیٹھ گیا۔ یہ مولوی عبد اللہ ہی کی خواہش تھی کہ حسان اور مشال کی شادی ہو جائے۔ حیدر صاحب نے ایک اور جگہ مشال کی شادی کرنے کی کوشش کی پر ناکامی ہوئی۔ اس کے بعد انہوں نے فوراً اس کی شادی حسان سے کروادی۔ اسے دونوں کے گھر والے خوش تھے۔

✿......✿......✿

دونوں گھر پہنچ گئے۔ حسان نے گھر آ کر فوراً اپنے دوست کو فون کیا اور اس کو تمام صورت حال سے آگاہ کیا۔ نماز ادا کی اور تیار ہو گیا۔

''تم اس وقت کہاں جا رہے ہو؟ مجھے اکیلا چھوڑ کر۔ وہ لوگ اگر یہاں آ گئے تو۔'' مشال اس کا راستہ روک کے کھڑی تھی۔

''میں تم کو کھانا لا دیتا ہوں کھا لو اور سو جاؤ۔''

''میں تم سے کچھ کہہ رہی ہوں۔''

''وہی کرو جو سارا راستہ کرتی آئی ہو۔'' حسان نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔ مشی پیچھے ہٹ گئی۔

''کیا مطلب ہے اس بات کا۔'' مشال نے غصے سے کہا۔ حسان نے گہری سانس لی۔ اور اپنے ہاتھ سے اس کے گال کو ہلایا۔

''آیت الکرسی پڑھو، چاروں قل پڑھو اور الحفیظ کا ورد کرو۔'' یہ کہہ کر وہ باہر کو نکل گیا۔ مشی حیرت سے اس کو دیکھتی رہ گئی۔

✿......✿......✿

مشال نے پورے گھر کی صفائی کی۔ کھانا تیار کیا اور خود بھی تیار ہوئی اور ٹی وی لگا کر بیٹھ گئی۔ حسان کی خبر چل رہی تھی۔ پولیس نے ایک بہت بڑا گروہ پکڑا تھا جو انسانی اعضاء کی اسمگلنگ کرتا تھا۔ ہر چینل پر یہی خبر چل رہی

تھی۔ نیوز والے بتا رہے تھے کہ اس کے پیچھے کسی بڑے حکمران کا ہاتھ ہے۔ مشی کو ٹینشن شروع ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد حسان آ گیا۔

"تم نے خبر سنی ہے۔ وہ لوگ کتنے طاقتور ہیں۔" مشال نے حسان کو غصے سے کہا۔

"تم پھر شروع ہو گئی۔ کچھ نہیں ہوتا۔ تم مت ڈرو۔"

"اگر ان لوگوں نے تم کو نقصان پہنچایا تو۔"

"تو کیا ہوگا۔" حسان اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ مشال لاجواب ہو گئی۔ فریش ہوا اور کھانے کی میز پر بیٹھ گیا۔ مشی نے کھانا لگایا۔

"تم کوئی دوسری نوکری کیوں نہیں کر لیتے۔ آخر اس نوکری میں رکھا کیا ہے؟" مشال نے سالن پلیٹ میں ڈالتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار کیا۔

"مجھے اپنے کام سے عشق ہے۔ میرا پہلا اور آخری پیار۔ دنیا میں ایک ہی چیز ہے جس سے میں پیار کرتا ہوں۔ اس کام کو کبھی نہیں چھوڑ سکتا۔ بھول کر دوبارہ ایسی بات نہ کرنا۔" حسان کباب کھاتے ہوئے بولا۔

مشال کو غصہ تو بہت آیا مگر خاموش ہو گئی۔ اگر یہ اس کا پیار ہے تو میں کون ہوں۔

حسان اپنے آفس کا کام کر رہا تھا جب اس کے فون کی گھنٹی بجی۔ جو پیغام اس کو ملا کتنی دیر اپنی کرسی پر ساکت بیٹھا رہا۔ باس نے کمرے میں آ کر اس کو ہلایا۔ اس کو لیا اور ہسپتال پہنچا۔

آئی۔ سی۔ یو کے دروازے سے اندر دیکھا۔ اپنی نظر نہ ہٹا پایا۔ باس نے سہارا دے کر کرسی پر بٹھایا۔ کافی دیر بعد ڈاکٹر آیا۔ آ کے حسان کے پاس کھڑا ہو گیا۔

"مجھے معاف کرنا۔ ہم ایک زندگی بچا پائے ہیں۔ نئے آنے والے کو نہیں۔" یہ کہہ کر ڈاکٹر چلا گیا۔ باس اس کے پاس گیا سمجھ نہیں پایا کہ کیا ہوا ہے۔

"وہ ماں بننے والی تھی۔ مجھے اسے اکیلا نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔ آج اس نے ڈاکٹر کے پاس جانا تھا۔"

حسان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"اس نے مجھ سے ساتھ چلنے کو کہا۔ پر میں نے کام کی وجہ سے انکار کر دیا۔"

کتنی دیر اپنا سر ہاتھوں میں چھپا کر بیٹھا رہا۔ مشال کے گھر والے بھی آ گئے۔

جب مشال کی آنکھیں کھلیں تو تمام گھر والے موجود تھے۔ آنٹی زینب نے اس کا ہاتھ بہت مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔ جیسے کچھ چھپا رہی ہوں۔ مشی اپنی ماں کو غور سے دیکھ رہی تھی۔

"ڈاکٹر نے بہت کوشش کی مگر۔ وہ تمہارے بچے کو نہیں بچا سکے۔"

مشی کی آنکھوں سے آنسو کی نہر بہنا شروع ہو گئی۔

"اللہ کا جو حکم تھا۔ کوئی ایسی بات نہ کرنا جس سے ناشکری ہو۔ اس نے سب کچھ ایسا ہی لکھا تھا۔ ہمت رکھو۔ ہر کام میں اللہ کا راز ہوتا ہے۔" حیدر قمر نے اس کے سر پر پیار دیتے ہوئے سمجھایا۔ آس پاس نظر ڈالی جس کو تلاش کر رہی تھی۔ وہ نظر نہیں آیا۔ آنکھیں بند کر لیں۔

آنٹی زینب اور حیدر قمر نے ایک اور سچ اس کو نہ بتایا۔ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ مشی کیسے ری ایکٹ کرے گی۔

✿......✿......✿

دن کا آغاز ہو چکا تھا۔ سورج نے اپنی کرنیں ہر طرف بکھیر دی تھیں۔ نظر درخت پر پڑی۔ ایک چڑیا اڑ کر نیچے آئی۔ زمین سے ایک دانہ اٹھایا اور درخت پر اپنے گھونسلے میں لے گئی۔ وہاں پر موجود اس کے بچوں نے شور ڈال دیا۔ سب کو برابر میں تقسیم کیا۔ پھر اڑ گئی اور دانے کی تلاش میں۔ اتنے میں چوکیدار نے گیٹ کھولا اور ایک نئی گاڑی آ کر رکی۔ اس نے کالے رنگ کی شلوار قمیص پہنی ہوئی تھی۔ اوپر سے کالے رنگ کی شال اوڑھی ہوئی تھی۔ وہ چلتا ہوا اس کے پاس آیا۔ مشال نے ایک نظر اس پر ڈالی اور غصے سے اندر چلی گئی۔

"السلام علیکم! آؤ حسان اندر آؤ۔ تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے۔" حیدر قمر اور آنٹی زینب اسے خوش ہو کر ملے۔ جس پر مشی کو اور غصہ آیا۔ وہ تھوڑی دیر رکا پھر چلا گیا۔ مشال اپنے ابو کے کمرے میں آئی۔

"وہ یہاں کیوں آیا تھا؟ آپ نے بلایا تھا کیا اسے۔ بناء کام یا مقصد کے وہ کسی کو نہیں ملتا۔ ادھر کا رخ کیسے کر لیا۔"

حیدر قمر جو صبح کا اخبار پڑھ رہے تھے۔ ایک نظر اپنی بیٹی کو دیکھا اور اسے اپنے پاس صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ

کیا۔ مشی بیٹھ گئی۔

”اتنے غصے میں کیوں ہو۔ کس پر اتنا غصہ ہے؟“ حیدر قمر نے مذاق میں کہا۔

”آپ کو نہیں پتا کیا، کس کی بات کر رہی ہوں۔ آپ کے شاندار داماد کی۔ مجھے لگتا ہے کہ پوری دنیا میں وہی ایک رپورٹر ہے۔ جس کو پوری دنیا سے نیوز اکٹھی کرنی ہوتی ہے۔“

”ایسی تو کوئی بات نہیں۔ بس وہ اپنا کام ایمانداری سے کرتا ہے۔ جاؤ تیاری کر لو وہ تم کو شام کو لینے آئے گا۔“

”میرے ساتھ اتنا بڑا حادثہ ہو گیا۔ اس نے مجھے ایک فون بھی نہیں کیا اور نہ ہی مجھے ملنے آیا ہے۔ میں اس کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔“ مشال نے اپنا فیصلہ سنایا۔

”بیٹا ایسا نہیں کہتے۔ وہ نیک انسان ہے۔ ساتھ جاؤ گی تو سارے شکوے دور ہو جائیں گے۔“

مشال خاموش ہو گئی۔ اپنے بابا کو مزید پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اپنے کمرے میں آئی۔ شاور لیا، تیار ہوئی اور پارلر چلی گئی۔ پھر شاپنگ کی گھر آئی، تیار ہوئی اور اپنے شوہر کا انتظار کرنے لگی۔ نجانے کتنے چکر کمرے کے لگا لیے پر وہ نہ آیا۔ ایک بار پھر غصے سے اپنے ابو کے پاس گئی۔ ابھی دروازے کے پاس تھی۔ لاک پر ہاتھ رکھا۔ آنٹی زینب اور حیدر قمر آپس میں بات کر رہے تھے جو الفاظ اس نے سنے اس کے پیروں سے زمین ہی نکل گئی۔ ایک چکر آیا دیوار کا سہارا لیا۔ تیزی سے واپس اپنے کمرے میں آ گئی۔ بستر پر الٹی ہو کر لیٹ گئی۔ دل تو کر رہا تھا۔ زور زور سے روئے پر تکیہ منہ پر رکھ لیا۔ آنسو رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ اپنوں سے اتنا بڑا دھوکہ یقین نہیں آ رہا تھا۔

✿......✿......✿

حسان اپنے باس کے کمرے میں موجود تھا۔ جب اس کے باس الیاس خان نے اس کے آگے چند تصویریں رکھیں۔ حسان نے ایک ایک کر کے وہ تمام تصویریں غور سے دیکھیں۔ کچھ ضروری معلومات لیں۔ اپنا بیگ تیار کیا اور رات کی گاڑی سے کشمیر کے لیے نکل گیا۔

جب گاڑی کشمیر میں داخل ہوئی تو وہاں کی دنیا ہی الگ تھی۔ نظریں اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا۔ نظریں

نیچے کرنے کو دل ہی نہیں کر رہا تھا۔ اتنا صاف آسمان، ایسا لگتا تھا کہ اس سے روشنی نکل رہی ہو۔ دور سے سفید پہاڑ جو برف سے ڈھکے ہوئے تھے نظر آ رہے تھے۔ آس پاس سبز درخت موجود تھے۔ ان کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا۔ جیسے کل رات کو ہی زمین سے نکلے ہوں۔ ہر چیز صاف اور شفاف تھی۔ جیسے پورے کشمیر کی خوبصورتی ملاوٹ سے پاک ہو۔ جہاں دیکھو نظر ہٹانے کو دل ہی نہیں کرتا تھا۔ حسان کی گاڑی اپنی منزل پر پہنچی۔ کوئی ایسا وقت نہیں گزرا تھا کہ حسان نے سبحان اللہ نہ کہا ہو۔ واقعی میں کشمیر دنیا پر جنت کا مقام رکھتا ہے۔

سامان کمرے میں رکھا۔ کیمرہ بیگ سے نکالا، اس کو احتیاط سے میز پر رکھا۔ مصلہ بچھایا، غسل کرنے چلا گیا۔ نماز ادا کی۔ کھانا کھایا اور باس سے فون پر اپنا کام لیا۔ ایک کپ چائے لی، لیپ ٹاپ پر اپنا آرٹیکل لکھنے بیٹھ گیا۔ کام کرتے ہوئے ایک فولڈر کھولا۔ سارا فولڈر مشال کی تصویروں سے بھرا ہوا تھا۔ نظریں ادھر ہی جم گئیں۔ ہر تصویر کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ کئی تصویریں اس نے مشال کی گھر پر چپکے سے لی تھیں۔ کہیں وہ کچن میں کام کر رہی ہے، ٹی۔ وی دیکھتے ہوئے، موبائل پر گیم کھیلتے ہوئے، کتاب پڑھتے ہوئے۔ اٹھ کر کھڑکی کے پاس آیا اور باہر دیکھنے لگا۔ برف باری ہو رہی تھی۔ موبائل سے مشال کا نمبر ڈائل کیا۔ پر سگنل نہیں ملے۔ بار بار کوشش کی، پر مایوس ہو کر موبائل رکھ دیا۔

جب آنکھ کھلی تو دن کے بارہ بج رہے تھے۔ سر میں شدید درد تھا۔ ہمت کر کے واش روم تک گئی۔ شیشہ دیکھا تو آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔ آنسو پھر نکل آئے۔ شاور لیا اور باہر آئی۔ ظہر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ نماز ادا کی۔ اللہ سے دعا مانگی۔ کافی دیر سجدے میں رہی۔ قرآن پڑھا تو دل کو بہت سکون ملا۔ سوچ لیا تھا آگے کیا کرنا ہے۔ لیپ ٹاپ آن کیا اور سرچ کی۔ دوپہر کے کھانے کا وقت ہو چکا تھا۔ نیچے آئی تو سب کھانے کی ٹیبل پر موجود تھے۔

"مجھے آپ سب سے بات کرنی ہے۔" مشال نے اپنے ابو کی طرف دیکھا۔ جو کھانے میں مصروف تھے۔ "میں آگے پڑھنا چاہتی ہوں۔"

"یہ تو اچھی بات ہے۔ تعلیم جتنی بھی حاصل کرو کم ہے۔ بس حسان آ جائے۔ ایڈمیشن تو کراچی میں لو گی۔ حسان کو زیادہ بہتر معلوم ہوگا کراچی کے بارے میں۔" حیدر قمر نے ایک نظر اپنی بیگم کو دیکھا اپنی رائے کا

اظہار کیا۔

''میں پڑھنا چاہتی ہوں۔مگر یہ کب کہا کہ کراچی جا کر۔''

آنٹی زینب نے مشال کو دیکھا۔جس کی نظریں اپنی سالن کی پلیٹ پر موجود تھیں۔یوں لگا کچھ ڈھونڈ رہی ہو۔

''میں امریکہ جا کر پڑھنا چاہتی ہوں۔'' مشال نے تو جیسے سب پر بم پھوڑ دیا ہوا۔یہ کہہ کر وہ اٹھ کر چلی گئی۔

شام کو حیدر قمر اور آنٹی زینب نے اسے اپنے کمرے میں بلایا۔دونوں دکھی لگ رہے تھے۔

''آجاؤ بیٹا۔بیٹھ جاؤ۔ہم نے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔'' حیدر انکل نے کہا۔

''تم نے کیا پکا فیصلہ کر لیا ہے۔کس بات کا اتنا غصہ ہے۔جو یوں اچانک فیصلہ کر لیا۔'' آنٹی زینب نے بات کا آغاز کیا۔

''میں کسی سے غصہ نہیں ہوں۔'' مشال نے جواب دیا۔

''ہم جانتے ہیں کہ حسان تم کو لینے نہیں آیا۔اس کو کام پڑ گیا ہوگا۔تم جانتی ہوں اس کی نوکری ایسی ہی ہے۔وہ چند دن تک آجائے گا۔ایک بار اس سے بات تو کر لو۔'' آنٹی زینب نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ان کو کچھ ڈر سا لگ رہا تھا۔

''مجھے کسی سے کوئی بات نہیں کرنی۔آپ نے جہاں کہا تھا میں نے ادھر شادی کر لی۔اب آپ لوگ میری بات مانیں۔میں بس آگے پڑھنا چاہتی ہوں۔''

''ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی۔'' حیدر انکل نے کہا۔مشال اپنے کمرے میں آگئی۔آنٹی زینب کچھ کہتی حیدر قمر نے انہیں چپ رہنے کا اشارہ کر دیا۔پھر بولے۔

''دیکھو،ابھی وہ غصے میں ہے۔ٹھیک ہو جائے گی۔حسان بھی تو نہیں آیا۔مجھے اپنے ابو کی پسند پر بھروسہ ہے۔انہوں نے سوچ کر ہی مشال کو حسان کے لیے پسند کیا ہوگا۔''

آنٹی زینب فکر مند تھیں پر خاموش ہو گئیں۔جو وہ سوچ رہے تھے۔اس کا الٹ ہوا۔چند دنوں کے اندر

مشال کے کاغذات آ گئے اور وہ امریکہ جانے کے لیے تیار تھی۔

"کیا یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے۔ایک بار پھر سوچ لو۔حسان سے بات کرلو۔اس طرح خاموشی سے جانا اچھا نہیں ہے۔گھر اور رشتے یوں ہی نہیں بن جاتے۔" آنٹی زینب نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

"گھر۔" یہ کہہ کو مشی مسکرائی اور دل میں سوچا آج یہ کل وہ اس کو چھوڑ ہی دے گا۔جب اسے سچ معلوم ہو گا۔

"امی! میں کون سا ہمیشہ کے لیے جا رہی ہوں۔آپ پریشان نہ ہوں۔میری فلائٹ کا وقت ہو گیا ہے۔" یہ کہہ کر اپنی امی کے گلے لگ گئی۔رونا تو چاہتی تھی پر خاموش ہو گئی۔سارے گھر والوں سے ملی۔گاڑی میں بیٹھی اور بھائی کے ساتھ ائیرپورٹ چلی گئی۔

⁂

اذان سے اس کی آنکھ کھلی۔فوراً غسل کیا اور نماز ادا کی۔اپنا کیمرہ اور ضرورت کا سامان لیا اور اپنے کام پر نکل گیا۔قریبی ہوٹل کا رخ کیا اور چائے پینے بیٹھ گیا۔کل کا اخبار دیکھا تو ہر جگہ تشدد کی خبریں ملیں۔چائے ختم کی اور ہوٹل سے نکل پڑا۔آس پاس کی تصویریں لیں۔وہاں ایک اور رپورٹر سے ملا۔وہ اسے ایک گھر تک لے گیا۔حسان نے دروازے پر دستک دی۔

ایک بوڑھی عورت نے دروازہ کھولا۔وہ اسے لے کر اندر چلی گئی۔اندر ایک بڑا صحن تھا ادھر چارپائی پر بیٹھ گئے۔

"مجھے عقیل (رپورٹر) نے بتایا تھا تم بھی ایک رپورٹر ہو۔پڑھے لکھے ہو۔یہاں کشمیر پر ہونے والے ظلم پر کام کرنے آئے ہو۔" بوڑھی عورت زہرا نے بتایا۔اس نے گندمی رنگ کی شلوار قمیص پہنی ہوئی تھی۔اوپر سے سفید کلر کی شال اوڑھے ہوئی تھی۔کالے رنگ کے جوتے پہنے ہوئے تھے۔

"جی ماں جی، آپ نے ٹھیک کہا میں یہاں پر ہونے والے ظلم کو پوری دنیا کے سامنے لانا چاہتا ہوں۔آپ مجھے اپنے بارے میں بتائیں۔" حسان نے ہمدردی سے پوچھا۔

"میں یہاں پر ہی پیدا ہوئی تھی۔ہم چار بہن بھائی تھے۔میری شادی میرے رشتے داروں کے گھر ہوئی

تھی۔ میرے دو بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ میرا شوہر ایک دن ہڑتال پر گیا۔ جوان ظالم لوگوں کے خلاف ہو رہی تھی۔ بھارتی فوج آ گئی اور انہوں نے فائرنگ کر دی۔ میرا شوہر اور بڑا بیٹا جو سولہ سال کا تھا، وہ بھی شہید ہو گئے۔"

یہ کہہ کر ان کی آنکھ میں آنسو آ گئے۔

"بڑی مشکل سے وقت گزرا۔ چھوٹا بیٹا بڑا ہوا تو آرمی میں چلا گیا۔ ایک دن میری بیٹی کالج سے واپس آ رہی تھی۔ کچھ بھارتی فوجی زبردستی دکانیں بند کروا رہے تھے۔ لوگوں نے ہڑتال شروع کر دی۔ میری بیٹی بھی ادھر رک گئی۔ اس نے ان پر پتھر برسائے۔ حالات زیادہ خراب ہو گئے۔ وہاں اور فوجی آ گئے۔ اور ایک گولی میری بیٹی کو آ کر لگی۔ وہ بھی اللہ کو پیاری ہو گئی۔ میرے والد صاحب، میرے دونوں بھائی اور بہت سے رشتے دار شہید ہو گئے۔ جب تک آخری سانس ہے۔ اس جگہ پر رہیں گے۔ ایک ادارہ ہے وہاں یتیم بچے رہتے ہیں۔ میں ان کے لیے روزانہ کھانا پکاتی ہوں۔" زہراء بڑی ہمت والی خاتون تھیں۔ حسان بہت دیر خاموش رہا۔ ہمت کر کے بولا۔

"اللہ آپ کو ہمت دے۔ آپ بہت بہادر ہیں۔ مجھ سے جو ہو گا وہ میں کروں گا۔ اور ایک بات میں صرف آٹھ جماعت پاس ہوں۔ زیادہ تعلیم حاصل نہیں کر سکا۔ مگر اپنے ملک کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار ہوں۔ آپ میرے لیے دعا کرنا۔"

حسان نے ان سے اجازت لی۔ اپنا کیمرہ پکڑا اور باہر نکل گیا۔ مختلف جگہوں کی تصویریں لیں اور ہسپتال پہنچا۔ وہاں کے حالات دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا تھا۔ یقین نہیں آتا تھا کہ یہ انسانوں کا کیا ہوا ہے۔ درود شریف کا ورد کیا اور کام جاری رکھا۔ مختلف لوگوں کی رائے لی اور تصویریں کھینچ کر ویڈیو تیار کی۔

حسان نے نوٹ کیا کہ اس پر کوئی نظر رکھ رہا ہے۔ پھر احساس ہوا کہ تقریباً وہ تین لوگ ہیں۔ ایک گلی میں آیا وہ بھی اسی گلی میں داخل ہوئے۔

حسان مسکرایا، آسمان کی طرف دیکھا اور چلتا بنا۔ دل کو سکون تھا۔ اس کا کام کرنے کا طریقہ عام لوگوں سے الگ تھا۔ ڈرتا تو وہ صرف سب سے بڑے بادشاہ سے تھا۔

تو کجا من کجا، تو کجا من کجا

الہام ہے جامہ تیرا، قرآن امامہ ہے تیرا

منبر تیرا عرش بریں

یارحمت للعالمین

تو کجا من کجا

تو حقیقت ہے میں صرف احساس ہوں

تو سمندر میں بھٹکی ہوئی پیاس ہوں

میرا گھر خاک پر اور تیری راہگزر

سدرہ المنتہی

تو کجا من کجا تو کجا من کجا

حسان کب ان کی نظروں سے اوجھل ہوا۔ان کو بھی خبر نہ ہوئی۔ان تینوں کو یوں لگا۔جیسے وہ کسی بھوت کا پیچھا کر رہے تھے۔حسان نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اپنی راہ لی۔

مشال امریکہ تو آگئی پر یہاں وہ بہت خاموش ہوگئی۔صبح پڑھتی اور شام کو جاب کرتی۔زندگی مصروف ہو کر رہ گئی۔اکثر موبائل کی سکرین کو دیکھتی رہتی۔رشتے تو وہ ختم کر کے آئی تھی۔پر دل اس کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔جس گھر پر وہ ایک کمرہ کرائے پر لے کر رہ رہی تھی۔ان کی زیادہ تر لڑنے کی آوازیں آتی تھیں۔

ایک دن مشال نے ہمت کر کے ان کے گھر چلی گئی۔گھر بڑا خوبصورت سجایا ہوا تھا۔اس نے مشال کے لیے کافی بنائی۔وہ خوش ہو کر ملی۔

"پاکستان سے تو میرا گہرا تعلق ہے۔چند سال پہلے میں گئی تھی۔دوبارہ جانے کا موقع نہیں ملا۔سچ ہے اپنا ملک اپنا ہی ہوتا ہے۔وہاں کے کھانے خاص طور پر صبح میں نان چنے بڑے مزے کے ہوتے ہیں۔دل تو کرتا ہے اڑ کر پاکستان پہنچ جاؤں۔" وہ اس سے باتیں کر رہی تھی جیسے بہت دیر بعد جا کر کسی سے گفتگو کر رہی ہو۔

مشال کو بولنے کا موقع ہی نہیں دے رہی تھی۔ بڑی دیر بعد جا کر بولی۔

"آپ کی فیملی کہاں ہے۔ کیا اس گھر میں آپ دونوں ہی رہتے ہیں۔" وہ ایک دم خاموش ہو گئی۔ اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ اٹھ کر برتن سمیٹنے لگی۔ مشال کو عجیب لگا۔ بات بدل کر گھر کی تعریف کرنے لگی۔ پھر اٹھ کر جانے کی اجازت مانگی۔

"تم سے مل کر بہت اچھا لگا روز۔ مجھے دوبارہ موقع ملا تو آؤں گی۔ تم ایک اچھی انسان ہو۔" مشال نے اپنا کوٹ لیا اور جانے لگی۔

"ایک منٹ رکو۔ تم کو میرا نام روز کس نے بتایا۔ میں تو باتوں میں بھول ہی گئی تھی کہ اپنا نام بتاؤں۔"

"اکثر آپ کے شوہر کو آپ کا نام لیتے ہوئے سنا ہے۔" مشال مسکرا کر بولی۔ وہ بھی مسکرائی اور کہا۔

"پھر تو اور بھی بہت کچھ سنا ہوگا۔"

مشال شرمندہ ہوئی اور وہاں سے چلی گئی۔

گھر آئی اور اسی کے بارے میں سوچتی رہی۔ روزانہ کی طرح اپنی ماں سے بات کی۔ کالج کا کام کیا اور اپنی کافی لے کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔ فیس بک، واٹس ایپ، جی میل اور فون چیک کیا کہ شاید کسی کا میسج آیا ہو۔ یہ کام بھی وہ باقاعدگی سے کرتی تھی۔ کچھ تو تھا روز میں جو اس کو متاثر کر رہا تھا۔ جیسے وہ بہت اپنی ہی ہو یا اس سے کوئی تعلق ہو۔ آج بڑے دن بعد مشی خوش تھی۔ کیوں وہ خود بھی نہیں سمجھ پا رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا کہ کوئی خزانہ ہاتھ لگا ہو۔

حسان نے ہمت نہیں ہاری۔ اپنا مشن جاری رکھا۔ لگاتار کئی گھنٹے کام کرتا رہتا۔ نہ بھوک کی ہوش ہوتی نہ کھانے کی۔ آج پھر اس کا سامنا ایسی صورت حال سے ہوا۔ ظہر کی نماز ادا کی اور مسجد سے باہر آیا۔ ایک جگہ شور ہو رہا تھا۔ ادھر جا کر دیکھا تو کچھ بھارتی فوجی کشمیری لوگوں کو زبردستی پکڑ کے لے جا رہے تھے۔ حسان نے ان کو روکا تو انہوں نے حسان کو بھی پکڑ لیا۔ حسان تھا تو طاقت ور، ان فوجیوں کی کوٹ لگا دی۔ انہوں نے باقی سب کو چھوڑ کر حسان کو پکڑ لیا۔ ایسے میں اس نے "اللہ اکبر، اللہ اکبر" کے نعرے لگائے۔

اس کو گاڑی میں ڈالا اور ایک جگہ لے گئے۔ وہاں اس کو ایک اندھیرے کمرے میں بند کر دیا۔ ان سب نے

مل کر حسان کو بہت مارا اور وہ لگاتار اللہ اکبر کے نعرے لگاتا رہا۔

وہ پانچ دن تک اس کمرے میں بھوکا اور پیاسا رہا۔ کمرے میں ایک چھوٹا سا روشن دان تھا۔ بدبودار کمرا تھا۔ چھٹے دن بعد جب وہ آئے تو دیکھا، حسان مسکرا رہا ہے۔

''کیوں بے عقل آئی تیرے کو۔ اس دن بڑے نعرے لگا رہا تھا اللہ اکبر کے۔'' ایک بھارتی فوجی نے کہا جس کو نجانے کس بات کا غرور تھا۔

''عقل تو میں لے کر پیدا ہوا تھا۔ جب کان میں پہلی آواز اذان کی آئی تھی۔'' حسان نے اطمینان سے جواب دیا۔

''اچھا...... تو تب سن سکتا تھا...... اتنے بچے کو کیا عقل۔'' غصے سے بولا اور کرسی آرام سے بیٹھ گیا۔ حسان زمین پر دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا تھا۔

''میں نے کہا نا عقل لے کر پیدا ہوا تھا۔''

وہ حسان کو غصے سے دیکھنے لگا۔

''بھوک تو لگی ہو گی؟''

''نہیں۔''

''اور پیاس۔''

''نہیں۔''

''سردی تو لگ رہی ہو گی؟''

''نہیں۔''

''گھر والوں کی یاد آ رہی ہو گی؟''

''نہیں۔''

''کیا مطلب تمہارے گھر والے نہیں ہیں کیا کہ تم ان کو یاد کرو یا پھر وہ تمہیں یاد کریں۔''

''اللہ کا شکر ہے موجود ہیں۔ بڑا پیار کرتے ہیں مجھ سے۔'' حسان نے مسکرا کر جواب دیا۔

''بڑی اکڑ ہے تجھ میں۔اب دیکھ تیرے ساتھ کیا سلوک کرتا ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے اپنے چند ساتھیوں کو اندر بلالیا۔وہ لکڑی کے ڈنڈوں سے حسان پر کود پڑے۔بہت مارا پھر جس نے سب کو اندر بلایا تھا۔سب کو رکنے کے لیے کہا۔سب رک گئے۔

''کیا ہوا ہے؟ روکا کیوں۔'' ایک نے پوچھا۔

''مجھے لگتا ہے مر گیا کوئی آواز نہیں نکال رہا نہ ہی چیخ رہا ہے۔'' اس نے جواب دیا۔جب جھک کر دیکھا تو وہ زندہ تھا اور ہنس رہا تھا۔حسان نے اسے گردن سے دبوچ لیا۔سب نے اس کو چھڑانے کی کوشش کی مگر وہ سب ناکام رہے۔حسان نے ایک چھلانگ لگائی اور باقی دونوں کو بھی پکڑ لیا۔وہ ایک سب پر حاوی ہو گیا۔اس نے سب کی چھترول کر دی۔یوں لگ رہا تھا کہ کوئی طاقت آگئی ہے اس میں۔جب سب تقریباً بے ہوش ہو گئے تو وہ ادھر سے نکل گیا۔

رات ہو رہی تھی۔جب تھوڑا آگے گیا تو معلوم ہوا کہ وہ جنگل میں ہے۔حسان نے بس لگا تار درود شریف کا ورد کیا۔اللہ نے اس پر اپنی رحمت کی۔وہ چلتا گیا۔زخموں سے خون بہہ رہا تھا۔پر تکلیف ذرا بھی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔جب ورد، درود شریف زبان پر ہو تو منزل تو آسان ہونی تھی۔

حسان سڑک تک پہنچ گیا۔وہاں کسی نے اس کو گاڑی میں بٹھایا اور اس کو اس کی مطلوبہ جگہ پر چھوڑ دیا۔ایک دکان سے اپنے دوست کو فون کیا۔ادھر ہی باہر سڑک پر رک گیا اور آگے کا پلان کرنے لگا۔تھوڑی دیر بعد اس کا دوست آگیا۔اسے گاڑی میں سوار کیا اور اپنی رہائش گاہ پر کے لیے روانہ ہوا۔

''یار تو زندہ تھا، ہم سب کو لگا، مجھے ایک شخص نے بتایا جو اس دن مسجد کے باہر ہوا۔'' اس کا دوست بار بار حیران ہو کر اس کو دیکھ رہا تھا۔

حسان نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔جب وہ لوگ اپنی مقررہ جگہ پر آئے تو کچھ اور صحافی اور اس کے دوست بے چینی سے اس کی راہ تک رہے تھے۔سب نے بڑے جوش سے اس کا استقبال کیا۔حسان صوفے پر آرام سے بیٹھ گیا۔سب اس کے ارد گرد جمع ہو گئے۔

''یار تم بچ کیسے گئے؟'' امجد نے پوچھا جو ڈاکٹر تھا اور اس وقت وہ حسان کی پٹی کر رہا تھا۔''زخم تو بہت

گھیرے ہیں۔ بہت مارا ہے انہوں نے تم کو۔افضل جاؤ کچھ کھانے کے لیے لے کر آؤ۔" ساتھ ہی کھانے کا بھی آڈر دیا۔وہ کھانا لایا۔

"میں ٹھیک ہوں۔اللہ کا شکر ہے۔" حسان نے سوپ پیتے ہوئے کہا۔

"مگر تم زندہ ہو کیسے۔کس نے تمہاری مدد کی؟"

ان کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔حسان نے ایک نظر ان سب کو دیکھا اور مسکرا کر جواب دیا۔

"اللہ نے مدد کی ہے۔درود شریف کی طاقت ہے۔آپ سب کو پتا ہے کہ درود شریف ہر حال میں قبول ہو گا۔درود شریف کا ورد کرنے سے آپ ہر قسم کی آفت اور بلا سے محفوظ رہو گے۔درود شریف کا ہر وقت ورد کرنے سے فرشتے آپ کے ساتھ رہتے ہیں۔فرشتے آکر خود اللہ کو بتاتے ہیں کہ فلاں شہر سے،فلاں محلے سے،فلاں مرد یا عورت نے درود شریف پڑھ کر بھیجا ہے۔درود شریف سے آپ کی ہر دعا قبول ہوتی ہے۔سب سے اہم بات حضرت محمد ﷺ نے فرمایا "قیامت کے دن میرے نزدیک ترین وہ لوگ ہوں گے جو سب سے بڑھ کر مجھ پر درود بھیجتے تھے۔"

حسان ایک منٹ کے لیے خاموش ہوا۔پھر سب کی طرف دیکھا اور پھر بولا۔

"اس سے بڑھ کر ہم سب مسلمانوں کے لیے کیا تحفہ ہو گا۔درود شریف پڑھتے جاؤ اور اپنی زندگیوں میں آسانیاں اور روشنیاں لاتے جاؤ۔یاد رکھنا درود شریف سے آپ کی ہر دعا قبول ہو گی۔"

یہ کہہ کر حسان اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور واپس اپنے شہر جانے کے لیے تیار ہو گیا۔سب اس کو حیرت سے دیکھتے رہ گئے کیونکہ کہیں سے یہ نہیں لگ رہا تھا کہ اس کی طبیعت خراب ہے یا وہ چند دن کے لیے اغواء ہوا تھا۔

✿......✿......✿

مشال نوکری پر جانے کے لیے تیار تھی۔لال کوٹ پہنا،سر پر سکاف لیا۔خود کو شیشے میں دیکھا اور گھر سے جانے کے لیے نکل پڑی۔ابھی باہر آئی تو دیکھا روز کو ایمبولینس میں لے کر جایا جا رہا ہے۔اس نے اس کے شوہر سے بات کرنے کی کوشش پر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

مشال بھی ہسپتال گئی۔وہاں دیکھا تو پولیس بھی آئی ہوئی تھی۔پہلے سوچا کہ جا کر پتا کرتی ہے۔پھر کچھ سوچ

کر اپنی نوکری پر چلی گئی۔ اس نے بہت سے سوال پوچھنے تھے روز سے پر کیا کر سکتی تھی۔ ایک دفعہ خیال آیا کہ جا کر دیکھ لے پھر خیال آیا کہ اس کے گھر سے کوئی نہ کوئی تو آیا ہوگا۔

روز کی بہت فکر ہو رہی تھی۔ بالکل جیسے اپنوں کی ہوتی ہے۔ لگاتار درود شریف پڑھتی رہی۔ جاب سے فارغ ہوئی تو سیدھا ہسپتال کا رخ کیا۔ روز اپنے کمرے میں موجود تھی۔ اس کے ساتھ ہی بے بی کاٹ میں تین بے بی تھے۔

''تم کو بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ نے تم کو ایک ساتھ تین بچے دیئے ہیں۔''

مشال ان کو دیکھے جا رہی تھی۔

''اب اپنی ماما کو زیادہ تنگ نہ کرنا۔'' مشال نے ایک کو گود میں لے لیا۔

''تم کیسی ہو روز؟ اس موقع پر تمہارا شوہر نظر نہیں آ رہا۔ کیا بچوں کی شاپنگ کرنے گیا ہے؟'' مشال روز کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔

''پلیز مجھے روز کہنا بند کرو۔'' اس نے چلا کر کہا۔ ''مجھے میرے نام سے بلاؤ۔ یہ سب اس گھٹیا شخص کی وجہ سے ہوا۔''

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ مشال گھبرا گئی۔ بے بی کو کاٹ میں لٹایا، اس کا کمبل ٹھیک کیا اور بیڈ کے پاس آ کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔ اس کو پانی پلایا۔

''میرا نام زینی حمید ہے۔'' وہ رک رک کر بولنے لگی۔ ''میں نے اپنے گھر والوں کے خلاف جا کر ایک غیر مسلم سے شادی کی ہے۔'' بڑی تکلیف سے اس نے یہ الفاظ ادا کیے۔ ''مجھے اپنی محبت پر بھروسہ تھا کہ وہ مسلمان ہو جائے گا۔ پر ایسا کچھ نہ ہوا اس نے تو دوسری شادی کر لی ہے۔''

زینی پھر رونے لگی۔

''میرے والدین مجھ سے ناراض ہیں۔ کیسے بات کروں ان سے۔ اس شخص کے لیے میں نے اپنا بہت کچھ بدلا ہے۔ سوائے اپنی ایک پہچان کے۔ میں نے اپنا مذہب نہیں بدلا۔''

مشال کو یہ سب سن کر دکھ ہوا۔ اس کو بہت حوصلہ دیا۔

''تم بس لگاتار درود شریف کا ورد کرتی رہو۔ رونا بند کرو۔ اللہ سب بہتر کرے گا۔''

''میرے ماں باپ مجھ سے ناراض ہیں۔ یا اللہ وہ مجھے معاف کر دیں۔'' زینی نے اللہ سے معافی مانگی۔ تھوڑی دیر بعد نرس آئی، زینی کو چیک کیا اور چلی گئی۔

چار دن بعد زینی اپنے بچوں کے ساتھ گھر آ گئی۔ مشال نے اس کا بہت ساتھ دیا۔ انتھونی ایک بار آیا اور لڑائی کر کے چلا گیا۔ شام کو مشال آئی تو دیکھا زینی نے اپنا رو رو کر برا حال کر لیا ہے۔

''تم فکر مت کرو۔ تمہارا کیس میں لڑوں گی۔ میں نے تم کو روکنے کی کوشش کی تھی۔'' ماریہ جو ایک اچھی وکیل بن گئی تھی۔ اس نے زینی کو دلاسہ دیا۔

''کیا ہوا ہے؟'' مشی نے پوچھا۔

''اس کو بچے نہیں چاہئیں۔ وہ کہتا ہے میں ان کا خرچہ نہیں اٹھا سکتا۔ اور یہ کہ یہ بچے اس کی طرح غیر مسلم ہوں گے۔ نام بھی غیر مسلموں والا ہو گا۔ اگر دونوں ایک ساتھ رہتے ہیں۔ میں یہ کیسے برداشت کر سکتی ہوں۔ اب مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو رہا ہے۔'' یہ کہہ کر زینی زور زور سے رونا شروع ہو گئی۔ اس کی طبیعت اور خراب ہو گئی۔ ماریہ اس کو ہسپتال لے گئی۔

مشال بچوں کے پاس رک گئی۔ بچوں کو دودھ گرم کر کے پلایا۔ ان کا کام کر کے اس کو بہت مزہ آتا تھا۔ جب وہ دونوں واپس آئے تو بچے سو چکے تھے۔ زینی آرام کرنے چلی گئی۔ ماریہ حد سے زیادہ پریشان لگ رہی تھی۔ جو خبر اس نے مشال کو دی۔ اس کے بھی رنگ اڑ گئے۔

دونوں نے زینی کے ماں باپ کے گھر جانے کا فیصلہ کیا۔ جو بھی تھا والدین ہیں۔ امید ہے کہ معاف کر دیں گے۔

مشال نے ظہر کی نماز ادا کی۔ سجدے میں دیر تک رہی۔ اللہ سے معافی مانگی۔ درود اکبر پڑھا اور اللہ سے دعا مانگی۔ جو بھی کرنا تھا اسی کی ذات نے کرنا تھا۔ دل میں نے جانے کیوں عجیب سا خوف پیدا ہو رہا تھا۔

ماما کی کال سنی اور کھانا پکانے لگی۔ زینی کے لیے فکر ہو رہی تھی۔ ٹیلی ویژن آن کیا اور چینل گھمانے لگی۔ نیوز چینل پر رکی جو نیوز آ رہی تھی اس سے ایک بار جان ہی نکل گئی۔

نیوز اینکر بتا رہی تھی۔"

"ہم آپ کو یہ وہ جگہ دکھا رہے ہیں۔ جہاں تھوڑی دیر پہلے ایک عمارت میں خوفناک آگ بھڑک اٹھی ہے۔ لوگوں کو بچایا جا رہا ہے۔ فائر بریگیڈ ابھی تک نہیں پہنچی۔ رپورٹر حسان نے عمارت میں رہ جانے والوں کی جان بچائی ہے اور بری طرح زخمی بھی ہوئی ہیں۔"

مشال نے پاکستان فون کیا۔

"بیٹی! میں ابھی ہسپتال ہی جا رہی ہوں۔ وہ ادھر کسی کام سے گیا تھا۔ جیسے آگ لگی پہنچ گیا لوگوں کی مدد کرنے۔" آنٹی زینب نے اسے بتایا۔

مشال کچھ دیر خاموش رہی پھر بولی۔

"امی! میں نے اس سے بات کرنی ہے۔"

"ٹھیک ہے بیٹا میں ابھی میں تمہارے بابا کے ساتھ جا رہی ہوں۔ موقع ملا بات کروا دوں گی۔" یہ کہہ کر فون بند کر دیا۔ مشال ساکت بیٹھی رہی۔ فون کی گھنٹی بجی تو دیکھا ماریہ کا فون تھا۔

"مشی! جلدی تیار ہو جاؤ۔ زینی کے گھر جانا ہے۔ آج اس کے بڑے بھائی کے بیٹے کی سالگرہ ہے۔ اس سے اچھا موقع اور نہیں ہو سکتا۔"

"میں تیار ہو جاتی ہوں۔ تم آ جاؤ۔ وہ لوگ مان جائیں گے انشاءاللہ۔" مشال نے یقین سے جواب دیا۔

"تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو۔ تم تو کبھی ان سے ملی بھی نہیں۔"

"مجھے اپنے اللہ پر بھروسہ ہے۔"

مشال تیار ہو کر آئی۔ دونوں زینی کے گھر جا پہنچے۔ آنٹی صباء نے ان کا اچھے سے استقبال کیا۔ کیوں نہ کرتیں آخر ان کی بیٹی کی دوست تھی۔ بہت کمزور اور بوڑھی ہو چکی تھیں۔ انکل حمید کا بھی یہی حال تھا۔ ایک کام دونوں نے یہ اچھا کیا کہ سالگرہ ختم ہونے کے بعد پہنچیں۔ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ ان کی خوشی خراب ہو۔ سب ہال میں موجود تھے۔

"میں نے آپ سب سے ایک ضروری بات کرنی۔ زینی کے...... بارے میں ہے۔" ماریہ نے بات کا

آغاز کیا۔

"نام نہ لو اس کا۔" انکل حمید غصے سے بولے۔ "تم لوگ کھانا کھا کر جانا بس اس بارے میں بات مت کرنا۔" یہ کہہ کر وہ جانے لگے جب مشال نے انہیں روکا۔

"انکل! آپ میری ایک بات سن لیں پلیز۔" وہ رک گئے۔ "آپ سب مجھے نہیں جانتے۔ میری چند ماہ پہلے زینی سے دوستی ہوئی تھی۔ وہ بہت شرمندہ ہے۔ جو اس نے کیا ہے۔ آپ اسے معاف کر دیں۔"

"کیا تم یہ کہنے آئی ہو۔ میں اس کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔ اس نے والدین کی نافرمانی کی ہے۔ اتنا تو تم کو پتا ہو گا یہ شرک کے بعد دوسرا بڑا گناہ ہے۔" وہ صوفے پر دوبارہ بیٹھتے ہوئے بولے۔

"بیشک جو آپ نے کہا ہے۔ وہ سو فیصد درست ہے۔ مگر انکل یہ دنیا کا مال ادھر ہی رہ جانا ہے۔ کیا آپ چاہتے ہیں۔ آپ کی بیٹی اللہ نہ کرے جہنم کی آگ میں جلے۔"

انکل حمید نے ایک نظر اس کو دیکھا۔ جینز کے اوپر لونگ کوٹ پہنا ہوا تھا۔ سر پر سکاف تھا۔ ایک بال بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

"انکل! بیٹی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ آپ کو جنت میں لے کر جائے گی۔"

ماریہ خاموش بیٹھی یہ سب سن رہی تھی۔

"ہمارے مذہب میں یہ بھی ہے کہ دوسروں کو ایسے معاف کرو۔ جیسے تم چاہتے ہو کہ اللہ تم کو معاف کر دے۔ ہم نہیں جانتے کہ ہم نے کتنے بڑے یا چھوٹے گناہ کیے ہیں۔ سب کو یہی ہے اللہ ہم کو معاف کر دے۔ آپ بھی نماز کے بعد یہی دعا کرتے ہیں۔"

سب خاموش تھے۔ آنٹی صباء اپنے شوہر کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ مشال اٹھ کر آنٹی صباء کے پاس آئی۔ ان کا ہاتھ تھاما، بڑی ہمت کر کے بولی۔

"آنٹی! آپ ہی کچھ کہیں۔"

"بیٹا! میں کیا بولوں۔ میری بیٹی صرف میری بیٹی ہی نہیں بلکہ میری سب سے اچھی سہیلی بھی تھی۔ نجانے اسے کیا ہو گیا تھا۔" آنٹی زینب اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے بولیں۔

مشال کا دل ٹوٹ سا گیا۔ ماریہ کو دیکھا۔ سچ تو آخر بتانا تھا۔

''آپ دونوں کو میں نے کچھ بتانا ہے۔ وہ زینی کے بارے میں ہے۔'' مشال نے ایک بار پھر ہمت کر کے بولا۔

''کیا ہوا ہے زینی کو۔ تم دونوں کا یہاں آنے کا کیا مقصد ہے۔'' اس بار انکل حمید بولے۔ ''کیا کیا ہے اس کمینے نے۔''

''انکل! حوصلہ رکھیں۔ زینی...... کو...... برین ٹیومر...... ہے۔'' مشال کو یوں لگا کہ اس کے منہ پر کسی نے ہاتھ رکھ دیا ہے۔ ''کم وقت ہے اس کے پاس۔ جب...... سے شادی ہوئی وہ...... تب سے صرف ہر چیز کی ٹینشن لے...... رہی ہے۔ آپ لوگوں کو نہیں علم...... اس کو سب سے...... بڑی فکر آپ لوگوں...... کی ناراضگی...... کی تھی۔''

سب کو یوں لگا جیسے سانپ سونگھ گیا ہو۔

''یہ کیسا گندہ مذاق ہے۔ سوچ سمجھ کر بات کرو۔'' زینی کے بڑے بھائی نے چیخ کر کہا۔ مشال اور ماریہ نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ اب کی بار ماریہ بولی۔

''یہ جھوٹ نہیں ہے۔ سچ ہے، ہم آپ سے ایسا مذاق کیوں کریں گے۔ زینی میری بہت اچھی دوست ہے۔'' ماریہ کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے۔

سب خاموش ہو گئے۔

''انکل پلیز آپ اس کو معاف کر دیں۔ اس وقت اس کو آپ سب کی توجہ اور پیار چاہیے۔'' مشال پھر بولی۔

''کیا ہمارے پیار میں کمی تھی۔ جو اس نے یہ حرکت کی تھی۔ تب ہمارا خیال نہیں آیا اس کو۔ اب اپنی اولاد ہوئی ہے تو علم ہوا ہے کہ اولاد کی تکلیف کیا ہوتی ہے۔'' انکل حمید نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

''مجھے اپنی بیٹی کے پاس جانا ہے۔ ہم چلتے ہیں اس سے ملنے کے لیے۔ نجانے کس حال میں ہو گی۔ کہیں ایسا نہ ہو دیر ہو جائے۔'' آنٹی صباء رونا شروع ہو گئیں۔

انکل حمید نے اپنے دونوں بیٹوں کو دیکھا۔دکھ تو واقعی ان کو بہت تھا۔

"کہاں پر ہے زینی مجھے ابھی اس سے ملنا ہے۔" انکل نے کہا۔آنٹی صباء فوراً کھڑی ہوگئیں۔سب پانچ منٹ میں تیار ہوگئے۔مشال نے ماریہ کو کان میں "مبارک ہو" کہا۔

زینی نے عشاء کی نماز ادا کی تو ایک بچے نے رونا شروع کر دیا۔زینی نے اس کو اٹھا کر سینے سے لگایا تو دوسرے کے بعد تیسرا بھی رونا شروع ہوگیا۔تینوں مقابلے پر اتر آئے تھے۔

"اللہ میں کیا کروں۔یہ تینوں تو مجھے بہت تنگ کرتے ہیں۔مشال بھی نجانے کہاں ہے۔وہ ہوتی تو میری بڑی مدد ہو جاتی ہے۔" زینی نے دوسرے کو اٹھایا۔"میرے بعد ان کا کیا ہوگا۔اللہ تو رحم کرنا۔" ایک سیکنڈ کے لیے اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔

دروازے پر دستک ہوئی۔زینی نے اب تیسرے کو گود میں لیا۔اس کی آواز سب سے بلند تھی۔دروازہ کھولا تو سامنے مشال تھی اور پیچھے ماریہ۔زینی جلدی میں تھی۔

"اچھا ہوگیا تم آگئی۔ہم چاروں تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے۔"

زینی اندر چلے گئی۔مشال کے ساتھ سب اندر داخل ہوئے۔چھوٹا گھر تھا۔

"زینی۔" مشال نے آواز دی۔زینی نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو جو منظر اس نے دیکھا۔یقین نہ آیا۔مشال نے آگے ہو کر بچہ گود میں لیا اور ماریہ کو اشارہ کر کے دونوں بچوں کا دودھ گرم کرنے لگیں۔

آنٹی صباء نے زینی کو اپنے گلے سے لگا لیا۔زینی کو یقین نہ آیا۔بہت سے آنسو نکلے۔دونوں بھائیوں نے بچوں کو اٹھا لیا۔انکل حمید نے زینی کے سر پر اپنا ہاتھ رکھا۔زینی اپنے باپ سے لپٹ گئی۔سارے دکھ اور شکوے آنسو کے ساتھ ختم ہوگئے۔دونوں بھائی بھی ملے۔

مشال بچوں کا دودھ گرم کر کے لائی تو سب کی توجہ بچوں کی طرف ہوگئی۔

"کیا نام رکھا ہے؟" فرقان بھائی نے پوچھا جو ایک بچے کو گود میں لے کر بیٹھا تھا۔

"ابھی تک تو کوئی نام نہیں رکھا۔" زینی نے شرمندہ ہو کر جواب دیا۔ماریہ اپنے گھر چلے گئی۔اس کو ایک

کیس کی تیاری کرنی تھی۔

"یہ کون کون ہیں؟" چھوٹے بھائی عمران نے پوچھا۔سوال بے تکا تھا۔سب اس کو دیکھنے لگے۔

"یار میرا مطلب ہے کہ لڑکے کتنے ہیں اور لڑکیاں کتنی ہیں۔ان تینوں میں لڑکا کون ہے۔اور لڑکی کون ہے؟"

سب اس کی بات پر ہنس پڑے۔

"اللہ نے زینی کو دو بیٹے دیئے ہیں اور ایک بیٹی۔جو آنٹی کے پاس ہے۔وہ لڑکا ہے۔جو بھائی فرقان کے پاس ہے۔وہ بھی لڑکا ہے۔جو انکل کے پاس ہے وہ بیٹی ہے۔" مشال نے اشارے سے سب کے بارے میں بتایا۔

"واہ آپی واہ۔ہم بھی ایسا کرتے ہیں کہ ایک کا نام فرقان، دوسرے کا نام عمران یعنی میں خود۔اور لڑکی کا نام زینی رکھ دیتے ہیں۔" عمران نے بچوں کی موبائل سے تصویریں لیتے ہوئے اپنی رائے دی۔

"کیوں کیا ناموں کی کمی ہے یا پیسے لگتے ہیں۔ماں بیٹی کا ایک نام۔" آنٹی صباء نے عمران کو گھورتے ہوئے کہا۔

سب کو ایک ساتھ دیکھ کر زینی بے حد خوش تھی۔جو مشال صاف دیکھ رہی تھی۔فرقان نے کھانا آرڈر کیا تو سب نے مل کر کھایا۔کھانا کھانے کے بعد انکل حمید نے زینی کو بلایا اور کہا۔

"اپنا اور بچوں کا ضرورت کا سامان لو اور چلو ہمارے ساتھ۔میں تم کو یہاں اور نہیں رہنے دوں گا۔اور اگر بات نہ مانی تو دوبارہ ناراض ہو جاؤں گا۔"

زینی دوبارہ سب کو کھونا نہیں چاہتی تھی۔ایک بار اپنے شوہر کا خیال آیا پر وہ فیصلہ کر چکی تھی۔

مشال کے ساتھ مل کر سامان پیک کیا۔سب جا کر گاڑی میں بیٹھ گئے۔زینی نے مشال کو گلے سے لگا لیا۔اس نے آج اسے بہت بڑی خوشی دی تھی۔وہ سب چلے گئے۔مشال اپنے گھر آ گئی۔اپنا کوٹ اتارا اور بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی۔موبائل دیکھا تو ایک میسج تھا جو اس کی ماما نے بھیجا تھا۔

"حسان کی طبیعت خراب ہے۔بات نہیں کر سکتا۔"

مشال کو لگا کہ وہ مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتا۔غصے میں اس کو فون کیا۔ پر نمبر بند ملا۔ایک میسج اسے لکھ بھیجا۔

''اگر مجھ سے بات نہیں کرنی تھی تو شادی کیوں کی تھی۔اگر اتنی تکلیف ہے،شادی کی تو مجھے آزاد کردو۔کم از کم تم خوش تو رہو گے۔زبردستی کی شادی کا یہی انجام ہوتا ہے۔''

یہ لکھ کر میسج سینڈ کردیا۔دل تو کر رہا تھا کہ زور زور سے روئے۔پر یہاں کون تھا جو اس کو چپ کرواتا۔دکھ اور تکلیف اس بات کی تھی کہ جس کے لیے رو رہی ہے۔اس کو ذرا پرواہ نہیں ہے۔

پھر میسج کیا۔

''اللہ تم کو پوچھے گا۔''اور موبائل بند کر دیا۔

❁......❁......❁

زینی اپنوں سے دوبارہ مل کر بے حد خوش تھی۔ماریہ کے ذریعے طلاق کے کاغذ بھیج دیے انتھونی کو۔وہ طلاق نہیں دینا چاہتا تھا۔پر قانونی کارروائی سے ڈرتے ہوئے طلاق دے دی۔زینی کی طبیعت آہستہ آہستہ خراب ہوتی جارہی تھی۔فکر تو زینی کو صرف بچوں کی تھی۔

آنٹی اور انکل بوڑھے ہو چکے تھے۔ان کی اتنی ہمت نہ تھی کہ بچوں کو سنبھال سکیں۔وہ بھی تین تین کو۔فرقان بھائی کی بھی شادی ہوچکی تھی۔ان کی بیگم بھی جاب کرتی تھیں اور خود ان کا ایک بیٹا تھا اور عمران ابھی چھوٹا تھا۔پر اس ذات نے ہر ایک کی قسمت لکھ کر بھیجی ہے۔یہ انسان ہی ہے جو ناشکری کرتا ہے۔

❁......❁......❁

موسم آج ایسا لگ رہا تھا۔جیسے بڑے غصے میں ہو۔ٹھنڈی ہواؤں نے ناک میں دم کیا ہوا تھا۔درختوں سے پتے غائب ہو چکے تھے۔مشال،زینی کے گھر سے واپس آرہی تھی۔آج سورج کی کمی محسوس ہو رہی تھی۔پرندوں نے بھی گرم علاقوں کا رخ کرلیا ہوا تھا۔واقعی ایک ہستی تو موجود ہے۔جو اس پورے کائنات کو چلا رہی ہے۔اللہ کا نظام ہے۔وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

گھر کی چھ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آئی۔دھیان بیگ میں چابیاں نکلنے میں مصروف تھا۔جب نگاہ اوپر کی تو ایک دم گرنے لگی۔سامنے والے نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ایسا شاک لگا کہ چکر آگئے۔اس نے اس کے ہاتھ سے

چابی لے کر دروازہ کھولا اور مشال کو سہارا دے کر اندر لایا۔ اندر لا کر اسے صوفے پر لٹایا۔ پاس پڑی بوتل سے پانی لے کر اس کے چہرے پر ڈالا۔ جیسے ہوش آیا۔ سامنے اسے دیکھ کر پھر چیخ ماردی۔

"مشال! ہوش میں آؤ۔" وہ بڑے پیار سے بولا۔

"تم انسان ہو یا بھوت۔" مشال ہاتھ میں بوتل پکڑ کر کھڑی ہوگئی۔ ابھی سامنے والے کو ماردے گی۔

"حسان ہوں اور کون۔" اس نے یہ کہہ کر مشال سے بوتل لے کر میز پر رکھ دی۔ مشال اسے دیکھتی رہ گئی۔

"کیا تمہارے پاس درد کی دوا ہے۔ میری طبیعت خراب ہو رہی ہے۔"

"آئے کیوں پاکستان سے، کیا صرف دوائی لینے آئے ہو۔" مشال نے حیرت سے کہا۔ حسان اٹھ کر اس کے سامنے کھڑا ہوگیا۔

"پلیز کوئی دوا ہے تو دے دو۔"

مشال فوراً کچن سے دوائی والا ڈبہ لے آئی۔ حسان نے ڈبے سے دوائی نکالی۔ مشال اپنے کمرے میں گئی اور بستر ٹھیک کیا۔ پھر کچن میں جا کر سوپ تیار کرنے لگی۔

"کیا کر رہی ہو۔"

"سوپ بنا رہی ہوں۔" مشال نے کچن سے جواب دیا۔ حسان ہمت کر کے کچن میں آیا۔

"اسے بعد میں تیار کرنا کچھ اور ہے تو وہ دے دو۔ اس کو تیار کرنے میں ٹائم لگے گا۔ کوئی سینڈوچ ہے تو وہ دے دو۔" وہ کچن میں آ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ مشال نے اس کی طرف دیکھا۔ کچھ تو تھا اس میں جو اس کو چپ کروا دیتا تھا۔ مشال نے فوراً فریج سے چیز اور بن نکالا۔ سلاد لی اور سینڈوچ تیار کیا۔ حسان اس کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ سینڈوچ تیار کر کے حسان کے آگے رکھا۔ ساتھ میں کافی بنا کر دی۔

"آپ کھانا کھا کر آرام کر لیں۔" یہ کہہ کر وہ سٹور میں گئی اور گرم کمبل نکال کر لائی۔ واپس آئی تو دیکھا حسان موجود نہیں تھا۔ دوڑ کر باہر گئی۔ دیکھا تو اس کا بیگ وہیں موجود تھا۔ بیگ اندر لائی تو حسان واش روم سے باہر آیا۔ بیگ میز پر رکھا۔

"تم بول کر نہیں جا سکتے تھے؟" غصے سے بولی۔

"کیا امریکہ میں واش روم بتا کر جاتے ہیں۔" مشال نے اسے تولیہ دیا۔ اس نے اپنے ہاتھ اور منہ خشک کیا۔ وہ بیڈ روم میں گیا اور سیدھا بیڈ پر لیٹ گیا۔ پانچ منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ گہری نیند کی وادی میں چلا گیا۔

مشال دوبارہ کچن میں گئی اور سوپ پکنے کے لیے رکھ دیا۔ بہت آرام سے بنا شور کیے گھر کی صفائی کی۔ جانتی تھی کہ حسان صفائی پسند ہے۔ اس کا بیگ کھولا اندر سے صرف دو سوٹ نکلے۔ ان کو واشنگ مشین میں ڈالا۔ اپنا کوٹ پہنا اور مارکٹ چلی گئی۔ اس کے سائز کے کپڑے خریدے اور گھر کا ضرورت کا سامان لیا۔

گھر واپس آئی۔ کمرے میں گئی تو دیکھا حسان سو رہا تھا۔ فوراً کچن میں آئی۔ سوپ تیار کیا۔ بریانی اور کباب تیار کیے۔ کام ختم کرنے کے بعد بیڈ روم میں آئی۔ حسان پر کمبل دیا۔ دیر تک اس کو دیکھتی رہی۔ چہرے پر زخم کا نشان تھا۔ بازوؤں اور ٹانگ پر بھی چوٹیں لگی ہوئی تھیں۔ ہاتھ لگا کر دیکھا تو اسے بہت بخار تھا۔ فرسٹ ایڈ کا باکس لے کر آئی۔ زخم صاف کر کے بڑی احتیاط سے پٹی کی۔ ساتھ ساتھ درود شریف پڑھتی رہی۔ دیر تک پٹیاں کرتی رہی۔ فارغ ہونے کے بعد مغرب کی نماز ادا کی۔ آیت الکرسی پڑھ کر اس پر پھونکتی رہی۔

کھڑکی سے باہر دیکھا تو سردی کا شدید طوفان آیا ہوا تھا۔ ہر چیز سفید ہو چکی تھی۔ اندر چلتے ہوئے ہیٹر نے ماحول کو گرم کیا ہوا تھا۔ ٹھنڈی ہواؤں کا الگ شور تھا۔ مشال کو ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کسی بحری جہاز میں سفر کر رہی ہو اور وہ بیچ سمندر میں پھنس گیا ہو۔

مشال کو حیرت ہو رہی تھی۔ اپنے اوپر آخر آج چند منٹوں میں ایسا کیا ہو گیا تھا کہ وہ حسان کے لیے اتنی فکر مند ہو رہی تھی۔

✿......✿......✿

صبح کے چار بج رہے تھے۔ جب مشال کی آنکھ کھلی۔ وہ رات کو صوفے پر ہی سو گئی تھی۔ سامنے کھڑکی تھی۔ طوفان ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔ ایک درخت جو گھر کے سامنے موجود تھا۔ طوفان نے اسے بھی اکھاڑ کر رکھ دیا تھا۔ دیکھا تو اس کے اوپر کمبل تھا۔ فوراً اٹھی تو حسان بیڈ پر نہ تھا۔ کمرے سے باہر آئی تو وہ نماز سے فارغ ہوا تھا۔

"کیسی طبیعت ہے، رات کو تو بہت تیز بخار تھا؟" مشال نے فکر مندی سے پوچھا۔

''اللہ کا شکر ہے۔ اب بہتر ہوں۔'' وہ صوفے پر آ کر بیٹھ گیا۔

''کچھ کھانے کو لا دوں۔ سوپ لے آتی ہوں۔ طاقت مل جائے گی۔'' یہ کہہ کر وہ کچن میں گئی اور سوپ گرم کرنے لگی۔

''میں نے تو سوچا تھا کہ جب وہ میرے سامنے آئے گا تو خوب لڑائی کروں گی۔ اپنے سارے بدلے لوں گی پر......'' مشال نے دل میں سوچا۔ اسے اپنے اوپر غصہ آ رہا تھا۔

جیسے سوپ لے کر مڑی تو سامنے حسان موجود تھا۔ ایک دم ڈر گئی۔ حسان نے اس سے سوپ لیا اور کچن میں کرسی پر بیٹھ گیا۔

''تم کو مزہ آتا ہے مجھے ڈرا کر۔'' مشال اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ کچن چھوٹا تھا۔ ایک میز اور دو کرسیاں موجود تھیں۔ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔

''انسان کو صرف اللہ سے ڈرنا چاہیے۔ اس کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ شیطان بھی اس کی مرضی سے کام کرتا ہے۔'' حسان کا پورا دھیان سوپ کی طرف تھا۔

''غلط۔'' مشال نے اپنا ایک ہاتھ میز پر مارتے ہوئے کہا۔ ''یہ شیطان ہے جو انسان کو بھڑکاتا ہے اور انسان غلط کام کرتا ہے۔ ساری برائی اسی نے پھیلائی ہوئی ہے۔''

''یعنی تم جو بھی غلط کام کرتی ہو۔ وہ شیطان کے کہنے پر کرتی ہو۔'' اس کا اب بھی دھیان سوپ کی طرف تھا۔

مشی کو اس بات پر بڑا غصہ آیا۔ گھور کر دیکھا۔ ہلکی ہلکی داڑھی تھی۔ آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی۔ چہرہ گندمی تھا، کان کے نیچے والا حصہ جلا ہوا تھا۔ ایک عجیب سی کشمکش تھی اس کے چہرے پر۔

''ابھی تم کو جو غصہ آ رہا ہے۔ کیا وہ شیطان کی وجہ سے ہے۔'' وہ اس کو دیکھے بغیر پھر بولا۔

''ایسا کچھ نہیں ہے، سمجھ آئی۔'' اسے مزید غصہ آیا۔

''دیکھو، بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس نے سوپ مکمل کر کے بول سائیڈ پر رکھا۔ ٹشو لیا اور اپنا منہ صاف کیا اور مشال کی صرف دیکھتے ہوئے بولا۔

''انسان اگر اپنے نفس پر قابو پا لے تو وہ جنت میں آسانی سے جا سکتا ہے۔ اس طرح تو ہر انسان قیامت

کے روز اللہ کو بولے گا کہ شیطان نے اسے بھڑکایا تھا۔اس کی تو کوئی غلطی نہیں ہے۔ایک واقعہ سناتا ہوں۔ایک بار رسول اکرم ﷺ نے شیطان کو دیکھا تو وہ بہت کمزور اور لاغر نظر آرہا تھا۔آپ نے پوچھا: تیرا یہ حال کیوں ہو گیا ہے؟۔

شیطان نے کہا۔"اے اللہ کے رسول: آپ کی امت سے چھ کاموں کی وجہ سے پریشان ہوں۔ مجھے ان کاموں کو دیکھنے کی طاقت نہیں ہے اور میں ان کا متحمل نہیں ہوں۔

1۔جب ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں تو سلام کرتے ہیں۔

2۔ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں۔

3۔ہر کام کا ارادہ کرنے سے قبل انشاء اللہ کہتے ہیں۔

4۔گناہ ہو جائے تو استغفار کرتے ہیں۔

5۔آپ کا نام سنتے ہیں تو صلوات پڑھتے ہیں۔

6۔ہر کام کی ابتداء میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کرتے ہیں۔"

مشال یہ تمام باتیں بہت غور سے سن رہی تھی۔

"تم بھی ہر وقت استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ پڑھا کرو۔میں اللہ سے تمام گناہوں کی بخشش مانگتا ہوں جو میرا رب ہے اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔اگر غور کرو تو اس ذات پاک نے ہر ایک مسئلہ کا حل بیان کر دیا ہے۔اس لیے کہا جاتا ہے کہ ہر وقت "استغفر اللہ" پڑھا کرو۔شیطان سے دور رہو گے۔"

اس نے ایک پل میں مشال کو چپ کروا دیا۔وہ اٹھ کر چلا گیا۔وہ وہیں بیٹھی رہی۔جس کو وہ کم پڑھا لکھا سمجھتی تھی اور خود وہ یونیورسٹی کی پڑھی ہوئی۔آج اس کو ایک اہم بات سمجھا گیا۔تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا اور پھر کرسی پر بیٹھ گیا اور مشال کو بینڈ یج کرنے کو کہا۔وہ اٹھ کر اس کے پاس آئی اور بینڈ یج کرنے لگی۔

"اگر اتنی تکلیف میں تھے تو کیا ضرورت تھی آنے کی۔ویسے تو بڑے خوش ہو۔اپنی زندگی میں۔"

"میں نے تم سے زبردستی شادی نہیں کی ہے۔تمہارے دادا ابو نے مجھ سے پوچھا تھا۔میں خوش ہوں۔مجھ پر کوئی دباؤ نہیں تھا اور ایک بات ہر کسی کو اللہ نے پوچھنا ہے۔"

مشال اپنی کرسی پر آ کر بیٹھی۔

''تو یہ بتاؤ ڈر کر کیوں بھاگے تھے۔ جب میرا سچ تمہارے سامنے آیا تو مجھ سے منہ موڑ لیا۔''

مشال کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

''کون سا سچ۔''

''جیسے تم نہیں جانتے۔''

''بتاؤ تو کون سا سچ۔''

''کیا کوئی اور مل گئی ہے؟''

''بیشک مجھے بتاؤ تو'' مشال نے گہری سانس لی اور ہمت کر کے بولی۔

''یہ کہ میں کبھی ماں نہیں بن سکتی ہوں۔ جب سے وہ حادثہ ہوا تھا۔ کسی نے مجھے سچ نہیں بتایا۔ لیکن مجھے پتا چل گیا۔ آنسو لگاتار بہہ رہے تھے۔ تم نے تب بھی میرا ساتھ نہیں دیا جب میرا مس کیرج ہوا تھا۔ ہمارا بچہ مر گیا اور تم کو کوئی فرق نہیں پڑا۔ چلے ہو دوسروں کی مدد کرنے۔ مجھے ایک فون بھی نہیں کیا۔ ایک بار بھی تسلی نہیں دی۔ جیسے کچھ بھی نہ ہوا ہو۔''

حسان چپ چاپ سنتا رہا۔ پھر اپنی کرسی اس کے پاس لایا۔ اسے پانی دیا اور بولا۔

''مجھے علم ہے۔ میں نے تم کو کبھی اکیلا نہیں چھوڑا۔ میں تم کو اللہ کے سپرد کر کے گیا تھا۔ مجھے تکلیف ہے پر جو اللہ کی مرضی میں کیا کر سکتا ہوں۔''

''ہر چیز اللہ پر نہ ڈالو۔ اگر میں بھی مر جاؤں تو کیا یہی بولو گے۔ بولو خاموش کیوں ہو۔''

''میں اس ذات سے لڑ نہیں سکتا۔ سوائے صبر کرنے کے۔ جو اس کی امانت تھی۔ اس نے لے لی۔ مجھے اپنے اللہ پر پورا بھروسہ ہے۔ جب وہ ایک در بند کرتا ہے تو دس اور کھولتا ہے۔ ہماری سوچ بہت چھوٹی ہے اور اس کی ذات بہت بڑی۔''

''میں تمہاری باتوں میں نہیں آنے والی۔ تم واپس جاؤ۔ اب تو یہ کہہ رہے ہو۔ چند سال بعد جب بچوں کی خواہش ہو گی تب تو بڑے آرام سے دوسری شادی کر لو گے۔ ابھی مجھے آزاد کر دو۔''

مشال کے آنسو اب بھی جاری تھے۔

''انشاء اللہ ایسا کچھ نہیں ہوگا۔'' کچھ سوچتے ہوئے بولا۔''ہم بچے گود لے لیں گے۔ میں اس بارے میں سوچ چکا ہوں۔''

مشال کے آنسو تھم گئے اور وہ اس کو دیکھنے لگی۔

''ہاں میں سچ کہہ رہا ہوں۔ تم میری بات کو مذاق مت سمجھنا۔ پاکستان چل کر فیصلہ کرتے ہیں۔''

''تم پاگل ہو، میں ایسا کچھ نہیں کرنے والی۔ میں پاکستان کبھی نہیں آؤں گی۔'' بوتل اٹھا کر زور سے بیسن میں ماری اور کمرے میں چلی گئی۔ حسان اس کے پیچھے آیا اور بولا۔

''پھر تم کو کیا چاہیے۔''

''مجھے نہیں پتا کہ مجھے کیا چاہیے ہے۔''

کوٹ لیا اور گھر سے باہر چلی گئی۔ حسان ادھر ہی کرسی پر بیٹھ گیا۔ سامنے شاپنگ بیگ پر نظر پڑی۔ دیکھا تو اس کے سائز کے کپڑے تھے۔ گھر کا جائزہ لیا۔ الماری میں حسان کا ایک کوٹ موجود تھا۔ پاس سٹڈی ٹیبل تھی۔ لیپ ٹاپ کھولا تو اس کی تصویریں موجود تھیں۔ حسان نے انہیں دیکھا ایک منٹ کے لیے رکا اور پھر اٹھ کر چلا گیا۔

مشال ہوٹل میں بیٹھ کر کافی پی رہی تھی۔ کافی کا دھواں اڑ رہا تھا۔ کبھی اپنا ہاتھ اس پر رکھتی کبھی پیچھے کر لیتی۔ آنکھوں میں آنسو موجود تھے۔ کھڑکی سے باہر دیکھا تو طرف اندھیرا تھا۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ لوگ جلدی جلدی چل رہے تھے۔ اسے ایسے لگا جیسے وہ ان سب میں کھو سی گئی ہے۔ جیسے کوئی لاوارث ہو۔ ایک دم ڈر گئی۔ کافی ہاتھ پر گر گئی۔ درود شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ شادی کی رات یاد آ گئی۔ جب حسان نے اسے قرآن پاک دیا اور کہا تھا۔

''مشال! آج سے اپنی ایک عادت بنا لو۔ ہر وقت درود شریف یا آیت الکرسی پڑھا کرو۔ مجھے روتی ہوئی عورتیں بہت بری لگتی ہیں۔ تم ٹی وی پر ڈرامے تو دیکھتی ہوگی۔ جو تقریباً ہر ڈرامے میں بھی دکھاتے ہیں کہ عورت پر ظلم ہو رہا ہے۔ کبھی ساس، بہو، بیٹی، نند، دیورانی، بھابھی یا بیوی کے روپ میں۔ اس مسئلہ کا حل کیوں نہیں

بتاتے۔ڈرامے اور فلمیں بناتے ہیں کہ عورتوں اور بچیوں کو سکول، کالج، دفاتر، ہسپتال یا دیگر جگہ جہاں وہ کام کرتی ہیں، ان کو ہراساں کیا جاتا ہے یا اگر وہ سفر بھی کر رہی ہوں یا کوئی شخص بیشک وہ اپنا ہو یا غیر۔اس کو بری نگاہ سے دیکھتا ہے۔وہ یہ کیوں نہیں سکھاتے یا بتاتے کہ ایسی عورت جو اس مشکل سے گزر رہی ہے۔وہ ہر وقت آیت الکرسی اور درود شریف کا ورد کرتی رہے۔اللہ کے 99 ناموں سے ایک نام "الحفیظ" ہے اس کا ورد کرتی رہیں۔اور یہ بات اپنے بچوں کو بھی سکھائیں۔اللہ وہ پاک ذات ہے جو ان کو ہر چھوٹی اور بڑی آفت سے بچائے گا۔"

مشال اٹھی، بل ادا کیا اور گھر کی جانب چل پڑی۔آسمان کی طرف دیکھا تو بجلی چمک رہی تھی۔طوفان آنے کی اطلاع دے رہا ہو۔قدم اور تیز کر دیئے۔گھر پہنچی، کوٹ اتارا۔لائٹ آن کی تو ادھر قدم جم گئے۔

سارا گھر موم بتی کی روشنیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔مختلف جگہوں پر بہت پیارے پھول پڑے ہوئے تھے۔بے حد پیاری خوشبو آ رہی تھی۔ساتھ میں کھانے کا انتظام کیا ہوا تھا۔ہر چیز مشی کی پسند کی تھی۔میز پر گفٹ پڑے ہوئے تھے۔پر حسان موجود نہ تھا۔صوفے پر بیٹھ گئی۔

کچھ دیر بعد آیا۔ہاتھ میں پھول تھے۔

"یار سوری مشی۔مجھے یہاں دکانوں کا نہیں پتا۔اس لیے دیر ہو گئی۔"

"کوئی نئی بات نہیں ہے۔ہمیشہ اپنی مرضی کرتے ہو شروع سے ایسے ہی ہو۔" مشال کو پھر غصہ چڑھ گیا۔

"تم کون سا مجھے بتا کر گئی تھی۔کہاں راستہ نہیں معلوم تھا۔"

"میں تم سے ناراض تھی۔"

"تو گھر چھوڑ کر جاؤ گی۔" حسان نے میز پر پھول رکھے اور اسے کھانے کی میز پر لا کر بٹھایا۔اس کو پلیٹ دی۔

"بہت بھوک لگ رہی ہے۔کھانا شروع کرو۔اب اور انتظار نہیں ہوتا۔صبح کا کچھ نہیں کھایا۔"

"تو میری غلطی ہے۔یہ بتاؤ تمہیں کیسے پتا چلا کہ یہ سب مجھے کھانے میں پسند ہے۔میرے گھر والوں نے بتایا ہوگا۔" مشال کھانا کھانے لگ گئی۔بھوک اسے خوب لگ رہی تھی۔

"ایسا کچھ نہیں ہے۔اپنے بارے میں کچھ بھی پوچھو۔اگر غلط بولا تو جو سزا دو گی۔ مجھے قبول ہے۔" حسان مشال کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔مشال نے نظریں چرالیں۔دونوں نے خاموشی سے کھانا کھایا۔

"یہ لو ایک تحفہ ہے۔تمہارے لیے لایا ہوں۔" کھانے سے فارغ ہو کر وہ مشال کو ہال میں لایا اور اس کو ایک خوبصورت بریسلیٹ دی۔مشال خاموش رہی۔اس نے وہ بریسلیٹ مشال کے ہاتھ میں پہنادی۔

"بہت پیاری لگ رہی ہے۔تم بیٹھو میں نماز پڑھ کر آتا ہوں۔"

حسان نماز پڑھنے چلے گیا۔مشال اپنے ہاتھ کو دیکھ رہی تھی۔واقعی بریسلیٹ بے حد خوبصورت تھی۔

حسان نماز سے فارغ ہو کر واپس آیا۔جب مشال کو کسی سے فون پر بات کرتے ہوئے سنا۔ابھی مشال کے پاس آیا تو وہ رونا شروع ہوگئی۔وہ پریشان ہو گیا۔

"کیا ہوا مشک کیوں رو رہی ہو......سب خیرت ہے نا......کون ہے......فون پر۔"

"حسان وہ......وہ......میری دوست ہے نا۔"

"کیا ہوا اس کو۔مجھے کچھ بتاؤ بھی۔"

مشال زمین پر بیٹھ کر فون ہاتھ میں لے کر رو رہی تھی۔

"وہ ہسپتال......میں......ہے۔"

"میں تم کو لے کر چلتا ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے اپنا کوٹ اور موبائل لیا اور مشال کو اس کا کوٹ پہنایا،اسے پانی پلایا۔اسے گاڑی میں بٹھایا اور گاڑی ہسپتال کی طرف دوڑادی۔

"کیا ہوا ہے اسے؟" حسان نے مشال کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اس کے تو بہت چھوٹے بچے ہیں۔"

وہ مسلسل رو رہی تھی۔گاڑی ہسپتال کے قریب جا کر رکی۔

"تم جاؤ میں گاڑی پارک کر کے آتا ہوں۔"

مشال فوراً اتری اور اندر چلی گئی۔مشال جب اندر پہنچی تو سارے گھر والے وہاں موجود تھے۔ڈاکٹر زینی کا معائنہ کر رہے تھے۔مشی بھی ادھر آنٹی صباء کے پاس بیٹھ گئی اور ان کو حوصلہ دینے لگی۔تھوڑی دیر بعد حسان بھی پہنچ

گیا۔مشال نے اس کا سب سے تعارف کروایا۔

''کیا ہوا ہے اسے؟'' مشال نے انکل حمید سے پوچھا۔

''ٹھیک تھی بس اچانک بے ہوش ہوگئی۔'' انکل حمید نے بتایا۔تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر آیا۔

''کیسی طبیعت ہے؟'' انکل حمید نے ڈاکٹر سے پوچھا۔

''ہم زیادہ اچھی امید نہیں دے سکتے۔اس کے لیے دعا کریں۔کسی بات کی بہت ٹینشن ہے اسے۔ابھی وہ ادھر ہی رہے گی۔جب تک اس کا علاج ہو رہا ہے۔'' ڈاکٹر یہ کہہ کر چلا گیا۔سب اندر گئے۔حسان باہر ہی بیٹھ گیا۔

''اب کسی طبیعت ہے۔'' آنٹی صباء اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔ساتھ ساتھ اس پر پڑھ کر پھونک رہی تھیں۔

''میں......ٹھیک......ہوں۔بچے کہاں......ہیں؟ زینی نے بہت تکلیف میں بولا۔

''وہ گھر پر ہیں۔ٹھنڈ تھی اس لیے انہیں نہیں لائے۔بھابھی کے پاس ہیں۔'' عمران نے بتایا۔زینی رونے لگی۔

''میرے......بچے۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔''میرے......بعد......ان......کا......کیا......ہو......گا......میں......جانتی......ہوں......میرے پاس......زیادہ......وقت......نہیں......ہے۔''

''ایسی باتیں مت کرو بیٹی۔سب ٹھیک ہو جائے گا۔اللہ پر بھروسہ رکھو۔'' انکل حمید کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔سب دکھی تھے۔مشال روم سے باہر آ کر بیٹھ گئی۔

''اب کیسی ہے تمہاری دوست۔ڈاکٹر نے مجھے بتایا ہے۔تم مت رو۔'' حسان اس کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔

''مجھے زیادہ فکر اس کے بچوں کی ہو رہی ہے۔بالکل چھوٹے ہیں۔ان کا کیا بنے گا۔آنٹی اور انکل خود بیمار اور بوڑھے ہیں۔ان کی اتنی ہمت نہیں کہ وہ اتنے چھوٹی عمر کے بچوں سنبھال سکیں۔بڑا بھائی خود اس کی اپنی فیملی ہے۔اور دوسرا تو ابھی چھوٹا ہے۔''

''اس کے شوہر کے بارے میں تم نے کچھ نہیں بتایا۔''

"نام بھی مت لو اس کا۔اس کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا ہے۔"اور مشال نے اسے ساری کہانی بتائی۔حسان خاموش ہو گیا۔آنٹی اور انکل، دونوں بھائی گھر چلے گئے۔ماریہ بھی آ گئی۔وہ زینی کے پاس تھے۔زینی دوبارہ رونا شروع ہو گئی۔

"تم رو کر اپنی طبیعت اور مت خراب کرو۔پلیز۔اپنے بچوں کا تو سوچو۔"ماریہ کافی کا کپ ٹیبل پر رکھتے ہوئے بولی۔

"انہیں کا تو سوچ رہی ہوں۔سب میری غلطی......کی......وجہ سے ہوا ہے......مجھے سزا ملی......ہے۔"

"میڈم! بچے اللہ کا تحفہ اور رحمت ہوتے ہیں ان کو سزا مت کہیں۔غلطی آپ نے کی تھی۔ان کو کیوں سزا کہہ رہی ہیں۔"

حسان کی بات پر مشال نے اسے گھور کر دیکھا۔وہ چپ چاپ صوفے پر ٹانگ رکھ کے منہ نیچے کر کے بیٹھا ہوا تھا۔

"میں نے تمہیں کچھ بتانا ہے۔انتھونی کو اپنے بچے چاہئیں۔وہ تم پر کیس کرنا چاہتا ہے۔"ماریہ ایک منٹ کے لیے خاموش ہوئی، پھر بولی۔"وہ کیس جیت بھی سکتا ہے۔اور اس کو بچے دینا مطلب کہ تمہارے بچے مسلمان نہیں ہوں گے۔اور ویسے بھی تمہارے بچے تمہارے بعد یتیم گھر جائیں گے۔یعنی پھر وہی مسئلہ ان کی پرورش مسلمانوں والی نہیں ہو گی۔تم سوچ لو۔کیا تمہارے گھر والے انہیں سنبھال لیں گے۔مگر تین بچوں کا خرچہ کون اٹھائے گا۔"زینی دوبارہ رونے لگی اور اللہ سے معافی مانگنے لگی۔

"یا اللہ! میں بچوں کی تربیت صرف اسلام کے اصولوں کے تحت کرنا چاہتی ہوں۔میرے بچے شرک کریں، ایسا نہیں ہو سکتا۔میرے مالک مجھ پر رحم کر۔تو توبہ قبول کرنے والا ہے۔"

حسان مشال کو باہر لابی میں لے آیا۔مشال کرسی پر بیٹھ گئی۔حسان دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

"مجھے یہاں کیوں لائے ہو۔میری دوست کو میری ضرورت ہے۔تم مجھے یہاں لا کر کھڑے ہو گئے ہو۔"

"آپ میری شریکِ حیات ہو۔قیامت کے روز میں آپ کے لیے اور آپ میرے لیے جواب دہ ہو گی۔"

حسان زمین کی طرف دیکھ کر بات کر رہا تھا۔

”تم اس وقت یہ کیا باتیں لے کر بیٹھ گئے ہو۔ میں جا رہی ہوں۔“ مشال اٹھ کر جانے لگی۔

”مشک! بیٹھ جاؤ۔“ حسان نے رعب سے کہا۔ مشال پھر بیٹھ گئی۔

”تمہیں پتا ہے۔ میاں بیوی ایک دوسرے کا لباس ہیں۔ ہمارے مذہب میں ہے ایک دوسرے کے لئے آسانیاں پیدا کرو۔ میاں بیوی کو بھی چاہیے ایک دوسرے کے لئے سکون اور راحت کا باعث بنیں۔ ایک دوسرے سے اپنا دکھ اور خوشی شیئر کریں۔“

حسان مشال کے آگے زمین پر بیٹھ گیا۔

”میں نے تمہارے ساتھ زندگی گزارنی ہے۔“

مشال اسے حیرت دیکھ رہی تھی۔

”اگر آپ کہو تو کیا ہم وہ بچے گود لے لیں۔“

مشال ایک دم کھڑی ہو گئی اور ہسپتال کی کھڑکی کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی جو کہ پوری دیوار جتنی تھی۔ رات کا وقت تھا۔ باہر سڑکوں پر لائٹ جل رہی تھی۔ تیز سرد ہوا چل رہی تھی۔ حسان اس کے پیچھے آ کر کھڑا ہو گیا۔ اسے پھر کرسی پر لا کر بٹھایا۔

”کیا ہوا ہے، تم پریشان نہ ہو۔ میں سب سنبھال لوں گا۔ سوچو اگر وہ بچے اس کے نانا اور نانی لیتے ہیں تو ٹھیک ہے۔ پر وہ خود اپنے بیٹوں کے سہارے پر ہیں۔ دونوں بھائی میں دیکھ چکا ہوں، اپنی دنیا والے ہیں۔ اگر بچے رشتے دار کے پاس بھی جاتے ہیں تو کوئی بھی تینوں کو اکٹھا نہیں لے گا۔ تم سمجھ رہی ہو نا۔“

مشال اسے حیرت سے تکے جا رہی تھی۔

”رشتے دار نجانے کیسا سلوک کریں۔ میں رپورٹر ہوں۔ اس طرح کے واقعات سے پالا پڑتا رہتا ہے میرا۔ تم کیا کہتی ہو۔ جو تم کہو وہ میرے لیے سب سے اہم ہے۔“

مشال کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح اس نے اتنی بڑی بات آرام سے کہہ دی ہے۔ وہ اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو دیکھنے لگی۔ حسان کرسی پر بیٹھ کر مشال کے جواب کا انتظار کرنے لگا۔

”مجھے منظور ہے پر......“ مشال ایک دم بولی اور اپنی کرسی سے اٹھ کر حسان کے ساتھ والی کرسی پر آ کر بیٹھ

گئی۔

''پر کچھ نہیں۔ وہ لڑکی...... ماریہ...... وکیل ہے نا۔ اس سے بات کرتے ہیں۔ ساری قانونی کارروائی وہ آسانی سے کرلے گی۔ سب سے پہلے زینی سے بات کرتے ہیں۔ ہمیں یہ کام جلد سے جلد کرنا ہوگا۔'' حسان ایک دم خوش ہو کر بولا۔

دونوں جب کمرے میں آئے تو زینی سو رہی تھی۔ ماریہ پاس بیٹھ کر اپنی کوئی کتاب پڑھ رہی تھی۔ مشال نے اس کو اشارہ کیا اور اسے باہر بلالیا۔ وہ تینوں باہر آ کر بیٹھ گئے۔

''ایک خوش خبری ہے'' مشال، ماریہ کے پاس بیٹھتے ہوئے بولی

''کیا تم ماں بننے والی ہو'' ماریہ نے چٹکی بجاتے ہوئے پوچھا۔ مشال نے حسان کی طرف اور دیکھا اور آہستہ سے کہا۔

''نہیں۔''

''تمہارا رزلٹ آ گیا۔ پاس ہوگئی۔''

''نہیں۔''

''تمہارے ممی پاپا آ رہے ہیں؟''

''نہیں، کیا تم میری بات سنو گی۔ یہاں پلیز وکیل نہ بنو۔'' مشال نے اس کے آگے ہاتھ جوڑے۔

''ہم زینی کے بچے گود لینا چاہتے ہیں۔ کیا ہماری مدد کر سکتی ہو۔ تینوں بچے۔'' حسان نے بات ختم کی۔ ماریہ ایک دم خاموش ہوگئی۔ دونوں کے چہرے دیکھے۔ وہ دونوں بالکل سنجیدہ تھے۔ اور اس کی شکل دیکھ رہے تھے۔

''کیا واقعی۔''

''جی، میں کبھی ماں نہیں بن سکتی۔ اس لیے ہم وہ تینوں بچے گود لینا چاہتے ہیں۔'' مشال نے ماریہ کو سچ بتایا۔

''مجھے معاف کردو۔ مجھے نہیں پتا تھا۔'' ماریہ نے مشال کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

"کوئی بات نہیں، جیسے اللہ کی مرضی۔ کیا تم ہماری مدد کرو گی؟"

"ٹھیک ہے، میں تمہارے ساتھ ہوں۔ بس زینی سے بات کر لیں۔ ابھی سو رہی ہے۔ اس کے لیے بہت تکلیف دہ ہوگا۔ پر مجھے تم دونوں کے اس فیصلے سے بہت خوشی ہوئی ہے۔"

ماریہ گھر چلی گئی اور صبح آنے کا وعدہ کیا۔

✿......✿......✿

موسم بہت خوش گوار تھا۔ آج بڑے دنوں کے بعد جا کر دھوپ نکلی تھی۔ عجیب سکون مل رہا تھا۔ سورج نے اپنی شکل دکھائی تو سب نے شکر ادا کیا۔

مشال اور حسان نے رات ہسپتال میں گزاری۔ عمران آیا تو دونوں فریش ہونے گھر گئے۔ واپس آئے تو ماریہ بھی آ گئی۔ تینوں زینی کے پاس آئے۔ عمران کالج چلا گیا۔ انکل آنٹی نے دوپہر کو آنا تھا۔ ماریہ نے بات کا آغاز کیا۔

"پھر...... زینی، بچوں کا...... کیا سوچا ہے؟"

زینی چپ رہی۔ اپنے دونوں ہاتھ چہرے پر رکھ لیے۔ ڈاکٹر آئی اور اسے چیک کیا اور کچھ ٹیسٹ لکھ کر چلی گئی۔

"مجھے لگتا ہے کہ میں پاگل ہو جاؤں گی۔ ذمہ داری اتنی بڑی ہے۔ میرے گھر والے بھی تو کچھ نہیں کر پا رہے۔ ابھی عمران نے ایک خوش خبری دی ہے کہ اس کی دوست کے بھائی کے گھر کافی عرصے سے اولاد نہیں ہو رہی۔ میں سوچ رہی تھی۔"

زینی کی زبان خشک ہو گئی یہ کہتے ہوئے۔ "ایک بچہ اس کو دے دیتی ہوں۔"

تینوں اس کے بیڈ کے ارد گرد کھڑے تھے۔ زینی نے ماریہ کا ہاتھ پکڑا اور آنسو بہاتے ہوئے بولی۔

"تم ایک وکیل ہو۔ کیا تم کسی کو جانتی ہو جو مسلمان ہو، جس کو بیٹا چاہیے۔ میں اپنا دوسرا بیٹا اس کو دے دوں گی۔"

اس نے گہرا سانس لیا اور پھر روتے ہوئے بولی۔

''بیٹی نانا اور نانی کو دے دوں گی۔ کم از کم میری زندگی کی آخری خواہش ہی سمجھ لیں۔''

مشال بھی رونا شروع ہو گئی۔ اس نے زینی کو پانی پلایا۔ اس سے بات نہیں ہو پا رہی تھی۔ ماریہ اس کے پاس بیٹھ گئی۔

''میرے پاس ایک کپل ہے۔ جو تمہارے تینوں بچے گود لینا چاہتے ہیں۔ اور سب سے بڑی بات۔'' ماریہ نے رک رک کر کہا۔ ''وہ مسلمان ہیں۔''

ابھی ماریہ نے یہ کہا ہی کہ زینی اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''کیا...... سچ...... واقعی میں...... کہاں...... کون کون...... مجھے ان سے ملا دو۔ میں تمہارا کیسے شکریہ ادا کروں۔ ابھی چلو، میرے پاس وقت بہت کم ہے۔''

''حوصلہ رکھو وہ دونوں یہاں ہیں۔''

''کدھر۔''

''یہ مشال اور اس کا شوہر حسان۔ تمہارے تینوں بچوں کو گود لینا چاہتے ہیں۔ کیا کہتی ہو۔''

زینی بیڈ سے اتر کر زمین پر کھڑی ہو گئی۔ اس نے مشال کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا۔ وہ سب زینی کی اس حرکت پر شاک ہو گئے۔

''کیا یہ سچ ہے؟''

''سچ ہے میری جان۔'' مشی مسکرا کر بولی۔

''تم مذاق تو نہیں کر رہی۔''

''میں ایسا مذاق کیوں کروں گی۔'' مشال نے زینی کو دوبارہ بیڈ پر بٹھایا۔ زینی نے حسان کو دیکھا پھر مشال کو۔

''پر تمہارے؟'' ابھی اس کے الفاظ منہ میں تھے۔ جب مشال بولی۔

''ہماری اولاد نہیں ہو سکتی۔ اوپر والے کی مرضی۔'' اور اسے سارا واقعہ بیان کیا کہ کس طرح اس کے شوہر نے بڑے لوگوں کا پردہ فاش کیا اور انہوں نے اپنا بدلہ لیا۔ زینی حیران رہ گئی۔

”بھائی آپ بہت بہادر ہیں۔ جو آپ ایسے لوگوں سے نہیں ڈرے۔ اللہ آپ دونوں کو اس کا اجر دے گا۔“

”اللہ نے دے دیا۔ آپ کے بچوں کی صورت میں۔“ حسان نے مسکرا کر جواب دیا۔ زینی اللہ کا شکر ادا کرنے لگی۔

”تم نے مجھے اتنی بڑی بات کیوں نہیں بتائی۔ میں بھی تم کو ہمیشہ اپنی کہانی بتاتی۔ کبھی تمہاری نہیں سنی۔“

”خیر، اب یہ بتاؤ کیا میں کاغذات تیار کروں۔ مجھے اس کے لیے کورٹ جانا ہوگا۔ مسٹر آپ میرے ساتھ چلیں۔ مجھے آپ کی مدد چاہیے ہوگی۔“ ماریہ بیگ لے کر کھڑی ہوگئی۔

حسان نے جاتے ہوئے زینی سے ایک بار پھر پوچھا۔

”کیا آپ کا سچ میں یہی فیصلہ ہے؟۔ ایک بار پھر سوچ لیں۔ کوئی زبردستی نہیں ہے۔“

”میرے بھائی! میرے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ اللہ نے شاید مجھے معاف کر دیا ہے۔ اس کو مجھ پر رحم آ گیا ہے۔ کیسے اللہ رشتے بناتا ہے۔ وہ ذات بہت غفور اور رحیم ہے۔“ زینی نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ مشال نے اسے دوائی دی۔ اور وہ دونوں کورٹ چلے گئے۔

”تم خوش ہو۔ آخر ہو تو ایک ماں۔ ان کے باپ کو کیا بتاؤ گی۔“

”مشال! تم بس یہ سمجھو کہ یہ میری آخری خواہش ہے۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ ان کی تربیت بہت اچھی ہوگی۔ ان کے باپ کو ان کی کوئی پرواہ نہیں۔ کچھ دیر بعد اسے یاد بھی نہ ہوگا۔“

مشال کے فون کی بیل ہوئی۔ حسان کا فون تھا۔

”کیا تم کورٹ چل سکتی ہو۔ تمہارا بیان چاہیے ہوگا۔“

”کیوں نہیں، بس ڈاکٹر سے اجازت لے لوں۔“ مشال نے ڈاکٹر کو بلایا۔ ڈاکٹر نے مشکل سے اجازت دی۔ دونوں کورٹ پہنچیں۔ مشال نے زینی کا بہت خیال رکھا۔ چند دن بعد مشال اور حسان کیس جیت گئے۔

جب تینوں بچوں کورٹ لایا گیا تو باقی سب بھی کورٹ میں موجود تھے۔ حسان اور مشال نے اپنے گھر والوں سے بات کر لی تھی اور ان کو کوئی اعتراض نہ تھا۔ حسان کے والدین نے یہ کہا کہ تم لوگوں کی زندگی ہے۔ جیسے تم لوگوں کی مرضی۔

زینی کی طبیعت پہلے سے کچھ بہتر ہوگئی۔ جب بچے آئے تو حسان نے سب سے پہلے بیٹی کو اٹھایا اور اس کا ماتھا چوما۔ زینی نے بتایا۔

”ابھی کسی کے کان میں اذان نہیں دی۔ اللہ نے تمہارا ہی نام لکھا تھا۔“

اس نے باری باری سب کے کان میں اذان دی۔

”بچوں کے کیا نام رکھنے ہیں۔“ عمران نے سوال کیا۔ زینی نے ساری ذمہ داری ان کے والدین پر ڈال دی۔ مشال نے حسان کو نام رکھنے کے لیے کہا۔

”ایسا کرتے ہیں، ایک بیٹے کا نام صلاح الدین، دوسرے کا نام علاؤالدین اور بیٹی کا نام آمنہ۔ آپ کیا کہتی ہو۔“ حسان نے مشال سے پوچھا۔ اس کو تینوں کے نام بے حد پسند آئے۔ حسان نے تینوں کے پاس پورٹ بننے کے لیے دے دیئے۔ وہ بچوں کو گھر لے آئے۔ زینی روزان سے ملنے آتی۔ حسان نے بچوں کے لیے بہت زیادہ شاپنگ کی۔

❁......❁......❁

گاڑی گھر میں داخل ہوئی۔ تو گھر کی تمام لائٹس آف تھیں۔

”مجھے لگتا ہے گھر پر کوئی نہیں ہے۔ ہم نے بتایا تھا کہ رات کی فلائٹ ہے۔“ مشال نے آمنہ کو گاڑی سے اترتے ہوئے حسان کو شکایت کی۔

ایک دم تمام لائٹس آن ہوگئیں۔ جب مشال نے مڑکر دیکھا تو نہ صرف اس کی فیملی بلکہ حسان کے والدین اور قاسم بھائی اور لائبہ بھی اپنے شوہر کے ساتھ آئی ہوئی تھی۔ سب نے ہاتھوں میں پھول اور غبارے پکڑے ہوئے تھے۔ سب نے ان کا شاندار استقبال کیا۔

”آپ کو پتا تھا کیا۔ ان کے پلان کا؟“ مشال نے سب سے ملنے کے بعد حسان سے پوچھا۔

”مجھے معلوم تھا، مگر آپ کو بتانے سے منع کیا تھا۔“

سب نے کھانا کھایا۔ مشال کی ساس بہت خوش تھیں۔ وہ اپنے پوتے اور پوتی کو چھوڑ ہی نہیں رہی تھیں۔ ایسا حال دادا اور پھوپھو کا بھی تھا۔ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ انہوں نے بچے گود لیے ہیں۔ سب نے مل کر چند دن

گزارے۔سب کو بہت مزہ آیا۔اس کے بعد سب اپنے گھر چلے گئے۔

حسان مشال کو لے کر ایک بہت بڑے گھر میں داخل ہوا۔سامنے ایک باغ تھا۔اور سائیڈ پر جھولے لگے ہوئے تھے۔

''یہ کس کا گھر ہے؟''

''ہمارا گھر ہے۔میری بیوی اور بچوں کا۔'' حسان مشال کا ہاتھ پکڑ کر اندر لایا۔مشال کو گھر بہت پسند آیا۔چند دن بعد وہ ادھر شفٹ ہو گئے۔

حسان نے فجر کی نماز پڑھی اور صحن میں چکر لگانے لگا۔بچے اپنے کمرے میں سو رہے تھے۔مشال چائے بنا کر لائی۔پنک کلر کی شلوار قمیص میں پیاری لگ رہی تھی۔دونوں صحن میں بیٹھ گئے۔موسم نہایت خوشگوار تھا۔چڑیاں اپنے رب کی تعریف میں مصروف تھیں۔آسمان صاف نظر آ رہا تھا۔سورج بھی آنے کو تیار تھا۔پیاری ہوا چل رہی تھی۔

''تم خوش ہو، پچھلے چند مہینے ہم اتنے مصروف تھے کہ بات نہ ہو پائی؟'' حسان نے چائے پیتے ہوئے پوچھا۔

''اللہ کا شکر ہے۔خوش ہوں۔آپ نے یہ سوال پہلے بھی کیا تھا۔''

''مجھے یاد ہے۔تم اس ڈاکٹر کو پسند کرتی تھی؟''

''نہیں، ایسا کچھ نہیں تھا۔جھوٹ بولا تھا۔آپ کو تنگ کرنے کے لیے۔'' مشال نے موبائل ٹیبل پر رکھتے ہوئے مسکرا کر جواب دیا۔

''وجہ؟''

''ایسے ہی۔یہ بتاؤ اس دن جب ان لوگوں نے تم کو مار کر سڑک پر چھوڑ دیا تھا۔تو وہ خبر تو نیوز پر آئی تھی۔تم نے وہ ثبوت ان سے کیسے بچائے تھے۔''

''بس اوپر والے کا کرم ہے۔میں نے وہ ثبوت اپنے جوتوں میں چھپا لیے تھے۔انہوں نے میری تلاشی لی پر میرے جوتوں کی نہیں۔''

"ایک بات اور پوچھوں؟"

"ہاں پوچھو۔"

"آپ نے سکول میں اپنی پڑھائی چھوڑ دی تھی مگر کوئی نہیں بتا سکتا کہ آپ اتنے کم پڑھے لکھے ہیں۔نہ ہی آپ کی باتوں سے لگتا ہے اور علم آپ کے پاس بہت ہے۔بچوں کو روز نئی کہانی سناتے ہیں۔وہ کیسے۔"

"تو وہ راز یہ ہے کہ میں نے اپنی آدھی زندگی کتابوں کی دکان پر گزاری ہے۔جب بھی فارغ ہوتا۔کوئی نہ کوئی کتاب اٹھا کر پڑھنا شروع کر دیتا۔چاہیے وہ کسی بھی کلاس کی ہو۔پہلی جماعت سے لے کر یونیورسٹی کی بے شمار کتابیں موجود تھیں۔جو ہاتھ لگتی پڑھنا شروع کر دیتا۔بس اللہ کا کرم ہے۔"

مشال اسے حیرت سے دیکھے جا رہی تھی۔کالے رنگ کی شلوار قمیص اس پر سوٹ کرتی تھی۔جسے وہ ان پڑھ سمجھتی تھی۔وہ کتنا عظیم انسان ہے۔میاں بیوی کا رشتہ اللہ نے کتنا پیارا اور حسین بنایا ہے۔اور حسان واقعی میں نہ صرف اچھا بیٹا،شوہر بلکہ اچھا باپ بھی تھا۔اسے اپنے دادا کی پسند پر فخر ہوا۔اسے اپنے دادا بہت یاد آئے۔

"تم مسکرا کیوں رہی ہو مشک۔"

"ویسے ہی،یہ آپ مجھے مشک کیوں کہتے ہیں۔"

"مجھے تم پیاری لگتی ہو۔اور تمہارے پاس سے خوشبو آتی ہے۔"

مشال ہنس پڑی۔

"مسز فاطمہ کو کیسے جانتی ہو؟۔تمہارے امریکہ جانے کے بعد وہ تم سے ملنے آئی تھیں۔تمہارے بھائی نے بتایا تھا۔میں آپ کو میسج دینا بھول گیا۔"

"اندر چل کر بتاتی ہوں۔اگر آپ امریکہ نہ آتے تو میں کبھی اتنا بڑا قدم نہ اٹھا پاتی۔تھینکس۔"

اچانک بارش شروع ہو گئی۔اور دونوں اندر کی طرف بھاگ گئے۔جہاں ان کی ساری خوشیاں تھیں۔

✿......✿......✿

"زندگی موت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔اللہ جس کو چاہے عزت دے اور جس کو چاہے ذلت۔"

"یعنی اللہ کسی کو بھی ذلیل اور رسوا کر سکتا ہے؟ پھر اس میں اس انسان کا کیا قصور ہے۔جب اللہ ہی اس کا

ساتھ نہ دے۔"

"اللہ اپنے کو کبھی اکیلا نہیں چھوڑتا۔ یہ انسان کے اعمال ہوتے ہیں۔ جو اس کے آگے آتے ہیں۔ وہ بہت رحم کرنے والا ہے۔"

"مگر میں تو تنہا ہوں۔"

"وہ کسی کو نہیں چھوڑتا۔ یہ انسان کی اپنی سوچ ہے۔ ایک بار ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس آیا اور پوچھا کہ ہم کو کیسے پتہ چلے گا کہ ہم پر مصیبت آئی ہے۔ یا وہ ایک آزمائش ہے؟

فرمایا: اگر وہ چیز تم کو اللہ سے دور کر دے تو مصیبت ہے۔ اور اگر اللہ کے قریب کر دے تو آزمائش ہے۔

بیٹی! بندہ بڑا ناشکری کرتا ہے۔ تم صبر رکھو۔ وہ ضرور کوئی نہ کوئی شاندار راستہ نکالے گا۔" مولوی عبداللہ نے اسے سمجھایا۔

"پر کوئی مجھ پر بھروسہ نہیں کرتا۔ کیا کروں، سب نے منہ پھیر لیا ہے۔" وہ پھر رونے لگی۔

"تم بس اللہ سے دعا کرتی رہو۔ وہ سمندر کا رخ موڑ دیتا ہے۔ بنجر زمین کو آباد کرتا ہے۔ مرے کو زندہ کرتا ہے۔ جہاں تک دیکھو گی۔ اس کی ذات نظر آئے گی۔ وہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے۔ جیسے سکول اور کالج میں امتحانات ہوتے ہیں۔ ویسے ہی یہ دنیا کے امتحانات ہیں۔"

"اب میں کیا کروں؟ اس چند ماہ کے بچے کے ساتھ بغیر شوہر کے۔ بیوہ عورت کے لیے زندگی گزارنا بہت مشکل ہے۔ کیسے بچاؤں اپنے آپ کو اور اس بچے کو۔ اوپر سے یہ الزام الگ۔ کس کس کو جواب دوں۔" فاطمہ اپنے چند ماہ کے بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔

"دیکھو بیٹی آج سے اپنی ایک عادت بنا لو۔ ہر وقت درود شریف کا ورد کرو۔ وہ تم کو اپنی حفاظت میں رکھے گا۔ ہم اپنی زندگی خود مشکل بنا لیتے ہیں۔ اللہ کی عبادت کرو۔ تم کو سکون ملے گا۔ دنیا کے پیچھے مت بھاگو۔ اپنے آپ کو ڈھانپ کر رکھو۔ قرآن شریف پڑھو۔ بیٹی تم کو تمہارے ہر مسئلہ کا حل ملے گا۔ سب سے زیادہ درود شریف کا ورد کرو۔" مولوی عبداللہ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"ٹھیک ہے جیسے آپ کہیں۔ میں ایسا ہی کروں گی۔ درود شریف کا ورد کروں گی۔ وہی ذات مشکل ڈالنے

والی ہے۔" وہ اٹھ کر جانے لگی۔

"جن لوگوں نے اس یتیم بچے کا حق کھایا ہے۔ یاد رکھنا انہوں نے اپنے لیے جہنم کا ایندھن اکٹھا کیا ہے۔ تم بس صبر کرو۔ اللہ پر آنکھیں، کان، ناک اور منہ بند کر کے بھروسہ کرو۔ اور ایک خاص بات اپنی زبان پر شکوہ نہ آنے دینا۔"

نماز کا وقت تھا وہ چلے گئے۔ فاطمہ نے اپنے بچے کو گود میں لیا اور درود شریف پڑھا اور گھر کا رخ کیا۔

"جب سے منحوس ہمارے گھر آئی ہے۔ ہر وقت کوئی نہ کوئی مصیبت اور مشکل پڑی ہوتی ہے۔ میں تو کہتا ہوں نکال دیں اسے گھر سے۔ جان چھوٹے گی ہماری۔" دیور خالد نے بلند آواز کر کے اپنا حکم سنا دیا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو۔ فساد کی جڑ ہے۔ جب سے آئی ہے میرے بیٹے کا بخار ہی نہیں جا رہا۔ نہ جانے کہاں سے منہ کالا کر کے آئی ہے۔ مجھے تو سوچتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔" اس کی بیگم کنول نے اپنے شوہر کا ساتھ دیا۔

"مجھے تو اپنے بھائی کا دکھ ہوتا ہے۔ نجانے کتنے دکھ لے کر دنیا سے چلا گیا۔ مجھے تو اس پر ہی شک ہوتا ہے۔ خوف آتا ہے اوپر والے سے۔" خالد نے کرسی پر پاؤں مارتے ہوئے کہا۔

"اگر ایسی بات ہے۔ اللہ کا اتنا خوف ہے، تو گواہ لے کر آئیں۔ مت بھولیں کہ آپ کے بھائی کی بیوی ہوں۔ عزت کرنا تم پر فرض ہے۔ ساسوماں آپ کیوں خاموش ہو۔ آپ کا بیٹا مجھ پر بدکاری کا الزام لگا رہا ہے۔" فاطمہ نے اپنی ساس سے کہا۔

"دیکھو آگے سے زبان چلاتی ہے اور عزت کی بات کرتی ہے۔ پورا خاندان اس کی شکل دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ کتنی معصوم بنتی ہے۔ سب ہم سے سوال کرتے ہیں...... تم کو کیا پتا تمہارے بھائی کو محلے اور خاندان میں کیا کیا سننا پڑتا ہے۔ تمہارے گھر والوں کو بھی شرم نہیں آتی۔" کنول نے پھر اپنا زہر نکالا۔

"بھابھی آپ ان کو بیچ میں مت لائیں۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔ میرا اللہ جانتا ہے۔ یہ بہتان ہے۔ یاد رکھنا اللہ اس کا منہ کالا کرے گا۔ پورا خاندان اس پر تھوکے گا۔" یہ کہہ کر فاطمہ اپنے کمرے میں آ گئی۔ دونوں میاں بیوی دیر تک اس پر کیچڑ اچھالتے رہے۔

رات کو ساس کمرے میں آئی اور اپنے پوتے کو گلے لگا لیا۔ فاطمہ اس کا دودھ گرم کر کے لائی اور اپنی ساس

کے پاس بیڈ پر بیٹھ گئی۔

''ساسوماں کیا آپ کو بھی لگتا ہے کہ میں نے غلط حرکت کی ہے۔یا میری وجہ سے اس کا باپ اس دنیا سے۔''

یہ کہہ کر وہ رونے لگی۔''اتنا بڑا الزام میں برداشت نہیں کر سکتی۔''

ساس پہلے تو خاموش تھیں پھر بولیں۔

''بیٹا بس خون سفید ہو جائے تو ایسا ہی ہوتا ہے۔تم بہت اچھی ہو۔اللہ تم کو خوش رکھے۔''وہ بھی شرمندہ تھیں رونا شروع ہو گئیں۔فاطمہ کیا کرتی۔سب کچھ اللہ پر چھوڑ دیا۔

گھر میں وہ سب کا لاڈلا تھا۔ہر خواہش پوری تھی۔ٹرپ سے واپس آیا تھا۔اور سب اس کے پاس بیٹھے تھے۔

''میرے لیے کیا لائے ہو؟ پانچ دن سیر کر کے آئے ہو۔''عباس جو اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ چپک کر بیٹھا ہوا تھا بولا۔

''اس بار میں بھابھی کے لیے لایا ہوں۔''اور بیگ سے شال نکالی۔''بھابھی یہ لے لیں۔آپ کے لیے شال ہے۔''اور شال بھابھی کو دی۔

''اچھا بھابھی کے لیے لائے ہو۔پارٹی بدل لی۔ٹھیک ہے کوئی نہیں دیکھ لیتے ہیں......ویسے تمہارے لیے خوش خبری ہے۔''عباس نے اس کان کو پکڑا۔

''کیا خوش خبری ہے۔جلدی بتائیں۔''آرن خوش ہوا۔

''ابھی نہیں بعد میں۔''

''کیا کر رہے ہو، چھوڑ دو اس کو۔''انعم جو عباس کی بیگم تھیں ایک دم بولیں۔

''بڑا پیار ہے بھابھی اور اس کے دیور میں۔''عباس سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

''اللہ تم سب کو خوش رکھے۔''فیروز انکل ان کو دیکھ کر خوش ہوئے۔بیٹے کی ناراضگی ابھی تک چل رہی تھی۔انعم بھابھی نے اپنے دیور کی پسند کا کھانا بنایا ہوا تھا۔سب نے کھانا کھایا اور اپنے کمروں میں چلے گئے۔بھابھی اپنے دیور کے کمرے آئی۔

"جاگ رہے ہو کیا۔تم سے بات کرنی تھی۔"

"جی، بھابھی حکم کریں۔ میں ابھی جاگ رہا تھا۔کیا ہوا ہے؟" آرن جو سونے والا تھا اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"تم امی کے لیے کیا لائے ہو۔ان کو سلام بھی نہیں کیا، کیوں؟"

"بھابھی آپ پلیز ان کو امی نہ بولیں۔آپ جانتی تو ہیں۔پھر بھی۔" آرن نے ناراضگی کا اظہار کیا۔

"غلط بات ہے۔وہ تمہاری امی ہیں اور اس حقیقت کو کوئی نہیں بدل سکتا ہے۔ بیٹا اللہ نے ماں کا درجہ بہت بلند رکھا ہے۔وہ اچھی ہیں۔انہوں نے تمہاری پسند کا کھانا پکایا تھا، میں نے نہیں۔ رشتے بناؤ گے تو بن جائیں گے۔اللہ نے رشتے خوبصورت بنائے ہیں۔" آرن نے سر جھکا دیا۔انعم بھابھی اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

فیروز انکل کی شادی رملہ بیگ سے ہوئی تھی۔ان کے دو بیٹے عباس فیروز اور آرن فیروز تھے۔آرن ابھی چھوٹا تھا۔جب اس کی والدہ رملہ فیروز اس دنیا سے رخصت ہو گئیں۔عباس کی شادی اپنی پسند سے انعم سے ہوئی۔فیروز انکل نے دوسری شادی خاندان میں کائنات سے کی۔وہ بھی بیوہ تھیں۔اور اس کے بھی بچے تھے، اور وہ ملک سے باہر مقیم تھے۔عباس بڑا تھا تو اس نے اپنی ماں کو قبول کر لیا تھا۔پر آرن نے انہیں قبول نہیں کیا۔

......

نماز جنازہ کا علان کر دیا گیا اور ایک جوان استاد کی لاش اٹھائی گئی۔غم سے سب نڈھال تھے۔ماں کے آنسو خشک ہو گئے تھے۔ جنازہ بہت بڑا تھا۔لوگ تو افسوس کرتے رہے اور اس کی جوان بیوہ پر ترس کھاتے رہے۔وہ چادر میں سر چھپائے اپنے بیٹے کو گود میں لیے بیٹھی تھی۔ جو دنیا کی تمام فکر سے آزاد اپنی دنیا میں مگن تھا۔

ابھی ادریس کی موت کو زیادہ وقت نہ ہوا تھا کہ اس کے بھائی نے طعنے دینے شروع کر دیئے تھے کہ اس سے فاطمہ اور اس کے بیٹے کا خرچہ نہیں اٹھایا جاتا ہے۔

"توبہ کرو توبہ کرو، کیا زمانہ آ گیا ہے۔ مجھے یقین نہیں آتا۔جو میری ان آنکھوں ...... نے دیکھا ہے۔شرم اور حیا کچھ باقی نہیں رہی۔ہم لوگوں کو کیا منہ دکھائیں گے۔" کنول نے گھر کے بیچ میں کھڑے ہو کر سارا گھر سر پر اٹھا لیا تھا۔

"کیا ہوا ہے۔کچھ تو بتاؤ۔کیا دیکھ لیا تم نے۔کون سی قیامت آ گئی ہے۔" خالد نے پوچھا جو ابھی کام سے آیا

تھا۔

”قیامت آ گئی ہے۔ ساسو ماں کہاں ہو آپ...... اپنی اس لاڈلی بہو کی حرکت دیکھی ہے۔اس نے کیا......“ کنول منہ پر دوپٹہ رکھ کر رونے لگی۔ تمام گھر والے جمع ہو گئے۔ شام کا وقت تھا۔ ساسو ماں ان کے سب سے بڑا بیٹا اور بہو جو لندن سے آئے تھے اور دونوں بیٹیاں جو اپنے سسرال سے آئی تھیں۔ سب کنول کے پاس اکٹھے ہو گئے۔ فاطمہ جو ابھی اپنی عدت میں تھی، وہ بھی آ گئی۔

”کیا ہوا ہے۔ کیوں چیخ رہی ہو؟“ ساسو ماں نے پوچھا۔

”یہ سوال اپنی بہو فاطمہ سے کریں۔ جو ابھی صحن میں ایک اجنبی کے ساتھ...... میں آگے کچھ نہیں بولنے والی۔“ کنول نے فاطمہ کی طرف اشارہ کیا۔ جس نے بڑی سی شال میں اپنے آپ کو چھپایا ہوا تھا۔

”کیا بکواس ہے۔ یہ کیا کہہ رہی ہو...... شرم کرو۔ جو منہ میں آیا بولے جا رہی ہو۔ بکواس بند رکھو۔“ ساسو ماں غصے سے بولیں۔

”میں تو اپنا منہ بند کر لوں گی۔ مگر کوئی اس سے تو پوچھے۔ یہ کیا کر رہی تھی...... ابھی بلا لیں کریم کو۔ پھر بولتا کون جھوٹ بول رہا ہے اور کون سچ۔“ کنول اپنی ساس کے آگے جا کر کھڑی ہو گئی۔ سب کے منہ حیرت سے کھولے تھے۔

”میں نے کچھ نہیں کیا۔ یہ سب جھوٹ۔“ فاطمہ نے صرف اتنا ہی کہا کہ خالد زور سے بولا۔

”میری بیگم کبھی جھوٹ نہیں بولتی۔ میں ابھی بلا لیتا ہوں کریم کو۔“ اس نے فون کر کے کریم کو بلایا۔ کریم جو کنول کا کزن تھا، ساسو ماں (سنبل) کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ سب شادی شدہ تھے۔ ساسو ماں نے اپنے سب بچوں کے رشتے خاندان میں کیے تھے۔ باپ کی فیکٹری تھی۔ دو بڑے بیٹے اپنا حصہ لے کر لندن میں رہتے تھے۔ خالد اور ادریس فیکٹری کو دیکھتے تھے۔ ادریس ساتھ میں ایک کالج میں بچوں کو میتھ پڑھاتا تھا۔ جو اس کے دوست کا تھا اور استاد کی کمی کی وجہ سے پڑھاتا تھا۔ بس ایک کار حادثے نے فاطمہ کی زندگی بدل دی۔

”جی بھائی آپ نے بلایا ہے مجھے کیا بات ہے۔“ کریم اپنی لال شرٹ اور کالی پینٹ میں گھر میں داخل ہوا۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہی ہے۔کہاں سے بات شروع کروں......ابھی......تم ہمارے گھر پر کیا لینے آئے تھے۔ جب......آئے تھے تو......کس سے مل......کر۔" خالد نے سب کے سامنے کریم سے پوچھا۔

"وہ......وہ...... مجھے فاطمہ بھابھی نے......فون کر کے بلایا تھا۔"

"یہ کیا بول رہے ہو۔تم کو کیوں بلایا تھا۔وہ ایسا کیوں کرے گی۔" ساسوماں ایک دم چیخ کر بولیں۔

"مجھے کیا معلوم۔اس سے پہلے بھی کئی بار اس نے فون کر کے بلایا ہے مجھے۔جانتی ہے کہ میں شادی شدہ ہوں پھر بھی۔"

"یہ کیا بکواس کررہے ہو۔میں نے کب تم کو فون کیا ہے؟" فاطمہ پر جیسے بجلی گری ہو۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو۔فاطمہ بھابھی کیوں تم کو فون کرے گی۔" بڑے بھائی نے سوال کیا۔

"میرے پاس ثبوت ہیں۔جب ادریس زندہ تھا تب بھی بہانے بہانے سے مجھے فون کرتی تھی۔" یہ کہہ کر اس نے اپنا موبائل بڑے بھائی کو دکھایا۔جس میں فاطمہ کے موبائل سے کریم کو نمبر ملایا ہوا تھا اور گفتگو کے ٹائم بہت لمبے تھے۔زیادہ کالیں رات کی تھیں۔سب کے رنگ اڑ گئے۔

"میں نے اسے کوئی فون نہیں کیا۔میری بات کا یقین کریں۔تم جھوٹ مت بولو۔اللہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ بڑے بھائی آپ میری بات کا یقین کریں۔" فاطمہ نے سب کے آگے اپنے ہاتھ جوڑے۔سب خاموش تھے۔کریم وہاں سے چلا گیا۔

"امی! آپ کچھ بولیں۔اس کو گھر سے نکال دیں۔کیا پتہ یہ بچہ۔" خالد کے یہ بولنے پر فاطمہ نے جوتا دے مارا جو اس کے منہ پر لگا۔

"کمینے......کتے......بکواس نہ کرنا۔زبان نکال دوں گی۔تم دونوں میاں بیوی کو ساری تکلیف جائیداد کی ہے۔"

"ہم نہیں کھاتے کسی کی کمائی۔دولت تو تجھے چاہیے عیش کرنے کے لیے۔ہمارے پورے خاندان کا منہ کالا کروادیا۔"

فاطمہ کی پکار کسی نے نہیں سنی۔عدالت لگ چکی تھی اور فیصلہ سنادیا گیا تھا۔اس کے گھر والوں کو بلا کر خوب

بے عزتی کی۔ عدت ختم ہونے کے بعد اسے واپس اپنے گھر بھیج دیا گیا۔ سارے خاندان میں اسے بدنام کر دیا۔ دونوں بڑے بھائی اپنی فیملی کے ساتھ اور بہنیں اپنے گھر چلی گئیں۔

فاطمہ کو اس کے گھر بھیج دیا۔ بھائی خاموش تھا اور بھابھی کو شاید ترس آ گیا۔ گھر کے کونے میں ایک کمرے میں اپنی دنیا بسا لی۔ اسی کو اپنا بیڈ روم اور اسی کو اپنا کچن بنا لیا۔ گھر میں کیا ہو رہا ہے۔ کبھی دلچسپی نہیں لی۔ اخبار میں ایک کمپیوٹر کورس کا ایڈ دیکھا۔ وہ کورس کیا۔

اللہ نے اپنا کرم کیا اور آن لائن کمانا شروع کر دیا۔ اپنا اور اپنے بچے کا خرچہ آسانی سے نکال لیتی۔ ساتھ میں اپنی تعلیم جاری رکھی اور ماسٹر کر لیا۔ خاندان والے باتیں کرنے سے باز نہ آئے۔ خاموش ہو کر سب اللہ پر چھوڑ دیا۔ رات کو رو لیا کرتی۔ ساری زندگی پڑی تھی آگے۔ اور اوپر سے یہ بہتان۔ درود شریف پڑھتی تو نہ صرف صبر آتا بلکہ ہمت بھی آتی۔ ایک دن کام والی نے ایک رشتہ بتایا۔ بھائی اور بھابھی نے فوراً ہاں کر دی۔ فاطمہ کے پاس کوئی آپشن نہ تھی انکار کرنے کی۔ اہم بات یہ تھی اسے بچے پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ سادگی سے نکاح کر دیا۔

گھر سادہ تھا۔ فاطمہ اپنے بیٹے کے ساتھ آئی۔ کمرہ میں اپنے بیٹے کے ساتھ تھی۔ جب کمرے کا دروازہ کھلا۔ ایک پانچ فٹ کا انسان اندر داخل ہوا۔ فاطمہ صوفے کے کونے سے لگ کر بیٹھ گئی۔ اس کے حلیے سے لگ رہا تھا کہ جیسے کسی سے لڑ کر آیا ہو۔

”آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ مجھے آپ کے بچے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ کی پچھلی زندگی کیا تھی مجھے اس سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔ بس اس گھر میں ایک کام کرنا ہوگا۔“ یہ کہہ کر وہ باہر گیا۔ واپس آیا تو فاطمہ نے دیکھا اس کے ساتھ تین سال کا بچہ ہے۔

”آپ کو اس بچے کا دھیان رکھنا ہے۔ یہ مجھے اپنی جان سے بڑھ کر عزیز ہے۔ اپنے بیٹے سے بھی زیادہ اس کو پیار کرنا ہے۔ مجھے کوئی کمی نظر نہ آئے اور کچھ نہیں چاہیے مجھے۔“

فاطمہ نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ ایسے میں اس کا اپنا بیٹا حسیب تو اس کے پاس تھا۔ اس نے کوئی کمی نہ آنے دی۔ اس بچے کا دھیان رکھنے میں۔ پر وہ تین سال کا بچہ الگ شوق رکھتا تھا۔ فاطمہ کی سمجھ سے باہر تھا۔ اس کا باپ سارا دن کام کے سلسلے میں باہر رہتا اور اکثر کئی دنوں کے بعد گھر آتا۔ آ کے اپنے کمرے میں رہتا۔ اسے کچن میں جا کر

کھانے پکانے کا شوق تھا۔ ویسے عدیل فاطمہ اور حسیب سے بہت گھل مل گیا۔ ایک دن فاطمہ سو رہی تھی۔ دوپہر کا وقت تھا۔ جب اس نے زوردار چیخ کی آواز سنی۔ بھاگ کر باہر آئی تو دیکھا عدیل نے اپنا ہاتھ کاٹ لیا ہے۔ ایک بار تو جسم سے جان ہی نکل گئی۔ اسے گود میں اٹھایا اور قریبی کلنک کی طرف دوڑ لگا دی۔ پٹی کرائی اور اسے گھر لائی۔

''میں نے تم سے کہا تھا، اس کا دھیان رکھنا ہے۔ پھر یہ سب کیا ہے۔'' وہ زور زور سے چلانے لگا۔

''وہ...... یہ میرے پاس...... سو رہا تھا۔ میں نے خود کچن کے دروازے...... کو لاک لگایا تھا۔ مجھے نہیں علم یہ سب'' فاطمہ اس کے سامنے صفائیاں دے رہی تھی۔ آج ہی عدیل کو چوٹ لگی تھی اور شام کو ہی وہ واپس آیا تھا۔

''جھوٹ مت بولو۔ سارا دن آرام کرو گی تو یہی سب ہوگا۔'' اس نے کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اللہ کی کرنی کلینک پر کنول بھابھی نے اسے دیکھ لیا۔ اس کے گھر پہنچی اور فاطمہ کے شوہر کو اس کے ماضی کے بارے میں بتا دیا۔ رات کو فاطمہ اس کے کمرے میں کھانا لائی تو وہ اپنا سر پکڑ کر بیٹھا ہوا تھا۔

''مجھے معاف کر دیں۔ آگے سے ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ آپ کھانا کھا لیں۔''

''ہوں۔''

''میں بہت شرمندہ ہوں۔''

''ہوں۔''

''آپ پلیز کھانا کھا لیں۔''

''تم کو کیا پتہ ہے۔ آج مجھے دکان پر کتنا بڑا نقصان ہوا ہے۔ میری دکان پر آگ لگ گئی اور سب سامان جل گیا۔ میں وہ تو برداشت کر لیتا پر عدیل کو تکلیف پہنچے یہ میری برداشت سے باہر ہے۔ تم اس گھر سے چلی جاؤ'' اس نے صاف الفاظ میں حکم دے دیا۔

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ آپ اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ وہ سب ٹھیک کر دے گا۔ ایسا نہ کریں۔'' فاطمہ رونے لگی۔ وہ اٹھ کر چلا گیا۔

فاطمہ اپنے بھائی کے گھر واپس آ گئی اور انہیں کچھ نہیں بتایا۔ جانتی تھی جو کنول بھابھی باتیں کر کے گئی

ہے۔اس لیے سب ہوا ہے۔درود شریف کے ورد سے اللہ پر بھروسہ اور مضبوط ہو گیا۔دل کو سکون تھا۔

''مجھے امی کے پاس جانا ہے ابھی کے ابھی۔وہ مجھے چھوڑ کر کہاں گئی ہیں۔ان کو بلائیں۔'' عدیل باپ کے سر پر کھڑا ہو گیا اور رونے لگا۔

''بیٹا وہ چند دن بعد آئیں گی۔تم یہ کھانا کھا کر سو جاؤ۔تم پورے دو گھنٹے سے میرا سر کھا رہے ہو۔تم کو بخار ہو جائے گا۔''

''نہیں مجھے صرف ماما چاہئیں۔ان کو بلائیں پلیز۔''

''تم پہلے یہ کھا لو۔''

''نہیں۔'' عدیل چلانے لگا۔چوٹ کی وجہ سے بخار اور تیز ہو گیا۔ڈاکٹر کے پاس لے کر گیا۔

''یہ لگاتار اپنی ماں کو بلا رہا ہے۔اسے بلائیں۔''

''ڈاکٹر،وہ اپنی ماں کی طرف گئی ہے۔''

''ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ اولاد بیمار ہو اور ماں گھر پر نہیں ہے۔مجھے لگتا ہے آپ دونوں میں جھگڑا ہوا ہے۔دیکھیں آپ اپنی لڑائی اپنے پاس رکھیں۔صرف اس بچے کا سوچیں۔کتنا پیار کرتا ہے اپنی ماں سے۔''

اور کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا۔بیٹے کو گاڑی میں بٹھایا اور سیدھا فاطمہ کے گھر پہنچ گیا۔عدیل بھاگ کر اپنی ماں کے پاس آ گیا۔حسیب اور عدیل ایسے ملے جیسے صدا کے الگ ہوں۔شوہر کے ساتھ گھر واپس آ گئی۔

ہفتہ گزر گیا۔سب کچھ ٹھیک ہو گیا۔فاطمہ اپنے شوہر کی وجہ بہت پریشان رہنے لگی۔جب بھی اس کو دیکھتی یوں محسوس ہوتا کہ وہ رو رہا ہے۔یا بہت تکلیف میں ہے۔ہر وقت غصے میں رہتا۔ہمت نہ ہوتی بات کرنے کی۔اللہ سے دعا مانگتی رہتی اور ایک دن ایک عورت آئی۔فاطمہ کو جان کر حیرت ہوئی کہ وہ اس کی سوتیلی ساس ہے۔وہ چلی گئی تو اس کا شوہر بہت پریشان اور اداس ہو گیا۔

''آپ کو کیا ہوا ہے؟ کیوں اتنے پریشان رہتے ہیں؟ مجھے بتائیں ہو سکتا ہے آپ کی مدد کر دوں۔میرے پاس کچھ رقم ہے اگر آپ وہ لے لیں۔'' فاطمہ بڑی ہمت کر کے بولی۔

وہ اسے پہلے تو دیکھنے لگا پھر نہ جانے کیوں اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

”میں چھوٹا تھا جب میری امی فوت ہو گئیں۔ ہم دو بھائی تھے۔ ابو نے دوسری شادی کر لی۔ عباس بھائی کو کوئی اعتراض نہ تھا۔ ان کی بھی شادی ہو گئی۔ بھابھی انعم بہت اچھی تھیں۔ میں یونیورسٹی کے ساتھ سکالرشپ پر باہر کے ملک گیا۔ تو“ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہو گئے۔

”زلزلہ...... آیا۔ اور...... میرے بھائی، بھابھی اور...... ابو سب فوت ہو گئے۔ کچھ نہ...... بچا۔ میرا گھر سب تباہ...... ہو گیا۔“ آرن منہ ہاتھوں میں چھپا کر روتا رہا۔ فاطمہ نے اسے رونے دیا۔ اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔ فاطمہ نے اسے پانی دیا۔

”آنٹی کائنات...... ان دونوں اپنے...... سسرال گئی ہوئی تھیں۔ اس لیے بچ گئیں۔ اچھا ہوتا وہ بھی مر جاتیں۔“

”آپ ایسا نہ کہیں۔ وہ اب بھی آپ کی ماں ہیں۔“

”ہرگز نہیں۔ بابا کے ساتھ رشتہ تھا وہ نہیں رہے تو۔“

”آرن! اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ میں ان سے ملی ہوں۔ بہت اچھی ہیں۔ کبھی سوچا ان پر کیا گزری ہو گی۔ آپ کے باپ نے کوئی غلط کام نہیں کیا تھا۔ آپ نے بھی تو دوسری شادی کی ہے۔ مذہب اجازت دیتا ہے۔“

”میں نے دوسری شادی نہیں کی ہے۔ عدیل، بھائی اور بھابھی کا بیٹا ہے۔ جس کو اللہ رکھے۔ وہ بچ گیا اس زلزلہ میں۔ ایک محلے والے نے اس کو اپنے پاس رکھا جب میں آیا تو میرے حوالے کر دیا۔ تب وہ دو سال کا تھا۔ مجھے پتہ ہے میں نے اسے ایک سال تک کیسے سنبھالا ہے۔ اس دوران میرا آنٹی کائنات سے کوئی رابطہ نہیں رہا۔ میں یہاں لاہور شفٹ ہو گیا۔“ فاطمہ حیران رہ گئی۔ عدیل کی سچائی سن کر۔

”آپ نے مجھ سے شادی۔“

”کیوں میں کسی کنواری لڑکی سے شادی کرتا۔ ہم دونوں کا مسئلہ ایک تھا۔ تم بہت اچھی ہو۔ مجھے یقین ہے جو تمہاری بھابھی بول کر گئی ہیں سب بکواس ہے۔“

یہ سن کر اسے اطمینان ہوا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

”آپ اپنی امی کو معاف کر دیں۔ ان کا تو کوئی قصور نہیں۔ میری پہلی فرمائش سمجھ لیں۔“

آرن مان گیا۔ آنٹی کائنات آرن کے گھر واپس آئیں۔ سب ٹھیک ہو گیا۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو کہہ کر آرن، فاطمہ اور بچوں کو باہر لندن بلالیا۔ آرن کو اپنے پاس نوکری دے دی۔ آنٹی کائنات کے بچوں نے بہت ساتھ دیا۔ زندگی دوبارہ شروع ہو گئی۔ عباس اور حسیب کی دعا رنگ لے آئی اور اللہ نے ان کو بیٹی سے نوازا۔ آرن بہت خوش رہنے لگا۔

''ایک بات پوچھنی تھی۔ اس دن جب میں تم کو لینے آیا تھا تو کون لوگ تھے۔ جو تم سے معافی مانگ رہے تھے۔'' آرن نے کافی پیتے ہوئے پوچھا۔

''وہ میرے سابقہ سسرال والے تھے۔ مجھ پر بہتان لگایا تھا۔ پر اللہ سچ سب کے سامنے لے آیا۔ وہ ذات بہت رحم کرنے والی ہے۔ میں سوچتی تھی جو بہتان مجھ پر لگایا ہے۔ اس کا سچ کیسے سب کے سامنے آئے گا۔ پر ایک عدالت اللہ کی بھی ہوتی ہے۔ خالد اور کنول نے ایک دعوت پر سب کے سامنے کہہ دیا کہ انہوں نے کریم کے ساتھ مل کر مجھ پر بہتان لگایا تھا۔ وہ فون کال خود کنول نے مجھ سے چھپ کر کی تھیں۔ قسمت سے سب ایک ویڈیو میں ریکارڈ ہو گیا۔ پورے خاندان نے ان سے منہ موڑ لیا۔ ان کی فیکٹری کو آگ لگ گئی۔ سارا سامان جل کر راکھ ہو گیا۔ کسی نے مدد نہ کی اور کریم کو کینسر ہو گیا۔ اس کی بیوی نے اسے چھوڑ دیا۔ اللہ نے کرم کیا۔''

فاطمہ خوش تھی۔

''بے شک اللہ کسی کو تنہا نہیں کرتا۔ یہ انسان کے اپنے اعمال ہیں۔ جو اسے اللہ سے دور کرتے ہیں۔''

چند سال بعد آرن اپنی فیملی کے ساتھ پاکستان آ گیا اور یہاں آنٹی کائنات کے بیٹوں کے ساتھ مل کر کاروبار شروع کر کیا۔ فاطمہ کے بچے بڑے ہو گئے تو اس نے یونیورسٹی میں پڑھنا شروع کر دیا۔ دونوں کی زندگی میں دوبارہ رنگ بھر گئے۔ حضرت علی سے روایت ہے کہ

''دعا زمین اور آسمان کے درمیان رہ جاتی ہے جب تک تو اپنے حضرت محمد پر درود نہ بھیجے۔''

......ختم شد......